



کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا مگر اس کے باوجود ان میں سے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ اندر جا کر دیکھتی، وہ چاروں دیوار کے ساتھ لگی کھڑکی سے جبکہ شیراز اور احد پر گامہ شروع ہوتے ہی کمرے سے نکل گئے تھے، فری کل ہی نیٹے آئی تھی، کریم کی آنکھوں میں جیسے خون اتر رہا تھا اور کان اندر سے آنے والی آوازوں کی طرف گئے ہوئے تھے، اچانک دھڑ سے دروازہ کھلا اور انور صاحب برآمد ہوئے، ان کا چہرہ غصے کی شدت سے نالیں بھبھوکا ہو رہا تھا، وہ ادھر اُدھر دیکھے بغیر میز چیاں چڑھ کر اوپر چلے گئے جب کچھ دیر انتظار اور اطمینان کر لینے کے بعد کہ اب انور صاحب پیچھے نہیں آئیں گے فری اور صبا ماں کی طرف بڑی خوفناک پہنچتی رو رہی تھیں چہرے پر تیل اور خراشوں کے نشان ان کے مجازی حلقے تازہ کارنامے کے گواہ تھے۔

سے لگائیں چار اتنی تھیں جیسے سارا قصور انہی کا ہو، فری اور صبا کے اندر جانے کے بعد بھی کریم اسی طرح باہر ہی کھڑی رہی، منہ تو صبا اور فری کے اندر جاتے ہی یہاں سے ہٹ کر بیٹھی، اب وہ بے تاثر انداز میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی، آدھے گھنٹے پہلے جب انور آمنہ کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لے کر گئے تھے تو منہ باہر ہی کھڑی تھی، صبا اور فری رو رہی تھیں کریم کے چہرے پر پتھر کیے ٹاٹرات تھے اور منہ بالکل بے حس تھی، فری ماں کو اپنے کمرے میں لے آئی، وہ ابھی بھی ہنسک رہی تھیں ان کی ایک ٹانگ میں بھی چوٹ لگی تھی درد اور سوچیں تھی، صبا نے زخموں والی دوا ان کی ٹانگ پر لگائی ساتھ ہی پی بھی کر دی، صبا دودھ میں ہندی ڈال کر کے آئی اور زبردستی آمنہ کو دودھ پلایا، شیراز اور احد کا دل دیر بعد گھرواپس آئے روز روز کے ان جھگڑوں سے پورے گھر کا ماحول بہت عجیب اور تازہ کاٹکا تھا۔

مکمل ناول



انور صاحب ذرا ذرا سی بات یہ اعتراض کرتے تھے، عورت ذات کو وہ دبا کر رکھنے کے قابل تھے اسے علاوہ انہیں گھر کے سب افراد میں بری عادتیں نظر آتیں، سب کے سامنے بیوی بچوں کو ڈیل کر دینا ان کا وطیرہ تھا۔

ان چاروں بہنوں نے جوانی کی سرحدوں پہ قدم رکھنے سے بھی پہلے یہ نئی محسوس کر لی تھی، ہر بات میں بے جا روک ٹوک مخالفت اور اعتراض، پھر وہ شکی بھی تھے، آمنہ کی شادی کے بعد انہوں نے بہت سی باتوں اور کاموں سے روک دیا تھا، اسے زیادہ دیکھنے کے آگے جانے کی اجازت نہیں تھی نہ ہی وہ اکیلے آ جاسکتی تھی، شادی کے دوسرے دن ہی انور صاحب نے کہہ دیا تھا کہ تمہارے سر کا بال بھی کسی مرد کو نظر نہیں آنا چاہیے، حالانکہ وہ بڑی سی چادر میں اپنا جسم ڈھانپ کر رہتی تھی مگر ان کی نظر میں یہ ستر پٹی کے لئے کافی نہیں تھا سو وہ خود اس کے لئے موٹے کپڑے کا برقعہ سلوا کر لے آئے ساتھ دستانے اور جرابیں بھی تھیں، سردی گرمی میں آمنہ کو برقعے کے ساتھ دستانے اور جرابیں بھی پہنی پڑتیں۔

شادی کے پہلے برس منزه پیدا ہوئی اس کے بعد فری پھر صاحب آگئی اسی حساب سے انور صاحب کی سچی اور درستی میں بھی اضافہ ہوتا گیا، اعداد و شیراز کی پیدائش کے بعد بھی حالات جوں کے توں رہے ہاں اتنا ضرور ہوا کہ انور صاحب دونوں صاحبزادوں سے لاڈ کر لیتے انہیں باہر ہر جگہ ساتھ لے جاتے، منزه، صبا اور فری کی یہ رعایت حاصل نہیں تھی وہ ان کے گھر آنے کے بعد بھی یہی رہتی، آواز تو گویا جیسے گلے میں ہی گھٹ جاتی، سب سے آخر میں حریم پیدا ہوئی یہ منزه اور فری ماں کے بہت زیادہ قریب تھی پہلے ان کا خیال تھا کہ انہیں زیادہ مسائل کی وجہ سے جھنجھرائے ہیں کیونکہ گھر میں ہی بندھی تھوڑا آتی

تھی اور اسی میں سب یونیا کرنا پڑتا تھا، منزه قریب قریب بارہ سال کی تھی جب دادا ابو نوت ہوئے ان کی انجمنی چاہتی جاوید تھی جو تین بچائیوں میں برابر تقسیم ہوئی کیونکہ بہن تو کوئی تھی نہیں، پیسہ ہاتھ میں آتے ہی انور صاحب نے اپنا کاروبار شروع کر دیا، اور والے نے چند سال میں ہی وہ برکت دی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔

خبر کے پرسکون اور خوبصورت غلام تھے انہوں نے ایک خوبصورت گھر تعمیر کروایا، اب ہر سہولت کی فراوانی تھی مگر وہ ویسے ہی تھے، عزت میں وہی سچی برقرار تھی اب بھی ذرا ذرا سی بات یہ وہ آمنہ کو جوان اولاد کے سامنے دھنک کر رکھ دیتے اور کسی میں ہنست نہ پڑتی کچھ کہتا، بس خاموش تماشا ہی بنے دیکھتے رہتے آمنہ یہ اپنے میکے والوں سے ملنے اور آزادانہ آنے جانے کی پابندی اب بھی برقرار تھی، انور صاحب کا اپنے بچوں بھائیوں اور رشتہ داروں کی طرف ایسا رویہ نہیں تھا، وہ سب یہاں آتے ملتے بیٹھتے ہنستے مسکراتے دعوتیں اڑاتی جاتی۔

شروع کے چند سال آمنہ کے دونوں بھائی بہنوئی کے ہانت آمیز پر تکبر رویے کے باوجود بہن کی خبر گیری کو آتے جاتے رہتے پھر ماں باپ کی کئے بعد دیکر وفات کے بعد انہوں نے بھی آنا جانا چھوڑ دیا، اب کسی خوش یا مکی کے موقع پر بھی وہ بہن اور اس کے بچوں سے ملنے، یہ موقع بھی کبھی کبھار ہی آتا تھا۔

گھر سے باہر انور صاحب اس کچھ خوش باش زندہ دل شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے مگر گھر میں داخل ہوتے ہی جانے نہیں کیا ہو جاتا تھا، شاید ہی ان چاروں بہنوں سے انہوں نے کبھی نرمی سے بات کی ہو، آمنہ کو اولاد کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، یہی وجہ تھی جب سترہ سال کی عمر میں منزه کی شادی

ہوئی تو اس کا انور صاحب سے کہا کہ ابھی منزه بہت چھوٹی ہے کم سے کم تین اسے تو کر لے پھر شادی کر دیں گے کون سا عمر کی جارہی ہے مگر وہ نہ مانے اور ہم عمری میں ہی بیاہ کر سسرال چلی گئی، منزه ک شوہر جو دادا انور صاحب کے دوست کا بیٹا تھا جوان کے بڑے پارس پارنر بھی تھے، دولت کی ریل چل تھی پھر اس شادی سے انور صاحب کو مالی فائدہ بھی متوقع تھا سو اس لالچ میں انہوں نے کم سن بیوی بیاہ لی تھی۔

شادی کے بعد بہت جلدی منزه کے سسرال کی حقیقت کھل گئی، جو ادنیٰ کی منڈ لائے والا بھوترا تھا، ڈال ڈال کر جربہ کار، اس کے ساتھ نہ جانے کیا نفسیاتی مسئلہ تھا کہ وہ آئے روز منزه کو مارتا، صرف چھ ماہ بعد سسرال والوں نے طلاق دے کر روانہ کر دیا کہ بہن تو مر رہی ہے اسے دوسرے گرتے ہیں ہمیں حقیقت بتانی ہی نہیں، جس پر انور صاحب نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، اب منزه صرف انچائیس سال کی تھی مگر صحت اور جیسے بے جا کس سال کی نظر آتی۔

انور صاحب نے ایک بار بھی کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا، حالانکہ رشتہ داروں نے کہا بھی کہ منزه کو کسی اچھے سائیک ٹریسٹ کو دیکھا دیر ایسے ہی مشورے یہ انہوں نے کان نہیں بھرا، منزه کو اندر ہی اندر روگ لگ گیا، اس کے دوروں کی بہت بڑھتی گئی جب اسے دوسرے پر تاتو وہ کسی کے گلاب میں نہ آئی، جانے کہاں سے اتنی طاقت اس کے کمزور وجود میں آ جاتی کہ انور صاحب بھی ماننے آئے سے گریز کرتے، دوسرے کی حالت دیکھ کر اس کے قریب نہ جاتا تو دیر درست چھین لیا جو چیز بھی ملتی اسے خود وہاں ہی پیراوار سے نکالی اسے مار ڈال آئے میں بہت دیر تھی۔

منزه کی جب شادی ہوئی تو اسے پہلے ہی گھر کے بڑے بھائی نے اپنے بیٹے فراز کے منزه کا رشتہ مانگا تھا، جس پر انور صاحب نے

بہت شور مچایا آمنہ کو مارا نہیں سو فیصد یقین تھا کہ منزه کا اپنے ماموں زاد سے کوئی غلط قسم کا تعلق ہے جس کی وجہ سے انہوں نے رشتہ مانگا ہے اس شک کی وجہ سے منزه کی سب گناہ ذات بھی زیر خطاب آئی، انور صاحب چھپ چھپ کے اس کے کمرے کی کھڑائی کرتے ہی بار انہوں نے اس کی الماری اور چیزوں کی تلاش کی، وہ دے دے پاؤں گھر میں داخل ہوتے ہی کو بھی خبر نہ ہونے دیتے اور چھپ کر بیوی کی باتیں سنتے اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیتے۔

پھر چار ماہ کے اندر ہی اندر انہوں نے منزه کو بیاہ دیا، یہ حادثہ بھی اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ طلاق کا داغ سجا کر دوبارہ باپ کی دہلیز پہنچی، اس کے ماموں کی محبت نے دوبارہ جوں مارا اور اپنے جذبات اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے پھر رشتہ طلب کیا، اس بار وہ کسی حقیقت سے لاعلم تھے کہ منزه کو دوسرے پڑا شوہر سے ہو گئے ہیں، اس بار انور صاحب کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ منزه کا واقعی اپنے ماموں زاد سے کوئی چکر ہے جس کی وجہ سے اس نے جان کر اپنے شوہر سے طلاق لی ہے اور اب ڈرنے کر رہی ہے، چاروں بیٹیوں کے بارے میں ان کی سوچ مٹی تھی منزه کی روئے پہلے ہی گناہ تھی، انور صاحب نے کمرہ بند کر کے اس کا جرم بتایا اور پھر قبول کرنے کی کوشش بھی کی اور اس کوشش میں ناکامی کے بعد اسے جی بھر کر مارا، اس واقعے کے بعد ہی منزه کی حالت بہت زیادہ خراب ہوئی، مرنے کی بات یہ کہ اس بات پر انور صاحب کو کوئی لال نہیں تھا انہوں نے اسے میں بیوی کو اس قابل چھوڑا ہی نہیں تھا وہ اب کوئی چکر چاڑھتی۔

منزه شروع سے ہی سرخ میرنجان سم کی بیوی تھی، سب سے پہلی اولاد وہی تھی اور سب سے پہلے باپ کے خطاب کا شکار بھی وہی ہوئی، اس کے بعد فری کا نمبر تھا جس کی حال میں ہی شادی

اکا تو پت چل جائے کہ شوہر کو کیسے خوش رکھا جا سکتا ہے۔ اس پر فکر کرتے ہی وہ خاموش ہو گیا۔
 "میں نے کہا تھا ٹائٹ ڈریس پہننے کو، نیوں نہیں پہنا دو۔" یاسر کے لہجے میں قہقہے کی جھلک نمایاں تھی اب وہ مودی کے بجائے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"بس میں نے کبھی ایسا پہننے کا سوچا بھی نہیں۔" وہ بے چارگی سے پوچھتی یاسر کو اور بھی بری لگی، نہ جانے اس کے دماغ میں کیوں آگ سے بھرنے لگی تھی اس کا ہاتھ میکا کی انداز میں کھدکا اور فری کے گل پہ چٹاٹ سے پھیر پڑا پھر وہ رکاوٹیں مارتا چھا گیا، فری نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں تو چلائے مگر سب سے ڈوڈر ٹینڈر نکالی کیونکہ اس نے اپنی ماں کی بچی آواز نہیں سنی تھی جب بھی ای ہوئے ہاتھوں میں خاموشی سے سہ جاتی۔ سب آئندہ اندر اتار جاتی، وہ خاموشی سے مارکھا رہی تھی، یاسر کو اس پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

اور چنانچہ آفس سے آج قدرے جلدی آ گئے تھے، فی دلی لاؤج کی طرف سے آئی آوازیں بتا رہی تھیں کہ کوئی مہمان آیا ہے سو وہ ادھر ہی چلے آئے، اندر فری آئی بیٹھی تھی اور کب شب ہو رہی تھی، اندر کا منظر دیکھتے ہی ان کے لب باہم پھست ہو گئے، فری نے خود ہی اٹھ کر سلام کیا۔

"اسلام دیکھو! ابو آپ کیسے ہیں؟" وہ حال احوال دریافت کرتے ہوئے شرمندہ سی نظر آنے لگی تھی، جو با بال خواستہ انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے گویا اس پہ احسان قائم کیا۔

"تمہارا دل اپنے گھر میں نہیں لٹکا کیا؟" وہ عجیب سرد لہجے میں سرد نظروں سمیت اسے دیکھتے ہوئے بچہ چور سے تھے، جالا نیکہ فری پورے ایک ماہ اور تین دن سے بعد آئی تھی، اس کی بے چارگی

پہ پائی نہیں اسے تا سب سے دیکھ رہی تھی، خود فری کو بھی احسان تھا کہ اس کی آمد پہ اپنے خوشی نہیں ہوتے، بس ای اور بیٹیوں کی خاطر وہ پانی آئی کیونکہ ابو کا رویہ ہمیشہ اس کی آمد پہ سرد اور روٹنا پھینکا ہی ہوتا، ابھی بھی وہ اس کے احسانات سے بے خبر پلٹ کر جا چکے تھے۔

صبا اور حریم نے اس کی آمد پہ خاصا ہتھار کر رکھا تھا مگر اس کی بھوک مر چکی تھی، حریم ہشدار کی لہجہ پڑھ کر قادر فری تو فری سانسے نظر نہیں آ رہی تھی، اوائل نومبر کے دن تھے بیک ٹھانڈی تھی، وہ کمرے میں چلی آئی، فری منہ اڑاتے ہوئے رہی تھی، جب فری نینے آئی تو چاروں بیٹیوں اپنے اپنے کمرے میں ڈیرہ بناتی آت تھیں، جہاں ایسا ہی ماحول تھا مگر فری خلاف معمول بہت جلدی ہوئی تھی، حریم بھی آ کے لیٹ گئی مگر خنیا آٹھوں پہ کوسوں دور تھی، رات قطرہ قطرہ تر رہی تھی گھڑی کی ٹکٹ ٹک ماحول میں دے بنائے ہوئے تھے، طرف سے کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی، چونکہ فی کی اندر سے نہیں سکی فی آواز آئی تھی دو اظہار کی کیفیت میں اٹھ کر بیٹھتی، باب بائیں صاف کھلی تھیں سسکیوں کی آواز آ رہی تھی، آواز کا مرکز وہ جان کی تھی، یہ فری تھی، جو بہت دیر سے سونے کی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔

وہ اندھیرے میں ہی ٹپٹپ کر اس کے پاس پہنچا۔

"آئی کیا ہوا ہے؟" وہ اس کی سسکیوں پہ کر پے قرار دی ہوئی تھی، اس نے گھر سے بیٹھ کر جاگ گئی اور اس سترہ بھی آگئیں میں ہی کر ان کی طرف دیکھ رہی تھی، اس دوران صبا نے لپک لاپیت جلا دی تھی، اب پوزیشن یہ تھی کہ مزہ سمیت وہ دونوں بھی فری کے بند پہ چڑھ گئیں، سب سے پہلے حریم کی خطرناک فری کی گردن اور بازو پر نظر آنے والے ٹیل پہ پڑی، جب سے وہ آئی وہ دوپٹہ نہ تھے تک اونٹھے ہوئی تھی، جب سونے

ادارے سے لٹی تھی تو تب چادر اس نے اتاری تھی، جن دھڑوں کو وہ چھاری تھی، اب عیاں ہو گئے تھے، کچھ چھپانے کو ہاتھی کی ٹانگ رہا تھا، ہولے ہولے دوتے ہلکتے لرزاتے کانپتے ہونٹوں سے وہ یاسر کی گارگزاریاں بیان کرتی تھی۔

حریم ان سب کے سونے کے بعد بھی بیڈ سے ٹپک لگاتے بیٹھی رہی، اس کے اندر غم دھیس سے طوقان اٹھ رہے تھے، فری کی کمر باز دواں اور ناچوں پہ پڑے ٹیل اسے بھول نہیں پارہے تھے، بظاہر پڑھا لکھا اور مہذب نظر آنے والا یاسر اس طرح بھی کر سکتا ہے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، اس کے لیوں پہ رخ سی سترہ امت آ کے دم توڑ گئی۔

اور صاحب بھی تو دیکھنے میں کتنے مہذب اور نرم سے تھے تھے کوئی سرف ان کا ظہور دیکھ کر بھلا کہہ سکتا تھا کہ اندر سے وہ اتنے بخور اور مستحیل ہوں گے، ان ماں بیٹوں کے لیے تو وہ سرد و برہن تھے ہاں، پچھن سے ملے کر اس بیک بکٹنے ہی واقعات اس کی نگاہوں میں جھوم لڑو گئے، ایسی بہت سی باتیں اسے یاد تھیں جو ہرگز ایسی خوشوار نہیں تھیں۔

صبا اور حریم دونوں نے آج فری کی خاطر کالج سے چھٹی کر لی تھی، ابھی ابھی صبا نے فری کے لئے چھائی فری کی تھی جو اسے بہت پسند تھی، شام کے سانس ڈھل رہے تھے حریم فری کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، انور صاحب آفس سے گھر آئے تو کھانے کے باوجود وہ ابھی تک لان میں پڑی کین کی چیریز پہ بیٹھی تھی، انور صاحب دونوں کو کمر نظر انداز کرتے ہوئے اندر بلا گئے حالانکہ دونوں نے قدرے بلند آواز میں انہیں سنا کر کیا تھا جس کا جواب دینا بھی انہوں نے گوارا نہیں کیا تھا، اب ہی فری کی ہانگوں پہ ننھے ننھے ستارے چمکنے لگے، جنہوں نے چھپانے سے نئے اس نے رخ

موڑ لیا، مگر حریم ابھی طرح جان گئی تھی کہ اس کے رخ موڑنے کا سبب کیا ہے کیونکہ اس کی حالت بھی تو فری سے مختلف نہیں تھی، فرق بس اتنا تھا کہ بس کے آئندہ اندر ہی اندر گرتے تھے، اس کے اندر لہنتا ہی کانٹوں کا جنگل اب آیا تھا جس کی ٹوک ٹوک نہہری تھی۔

اس رات حریم کی گود میں سر رکھ کر روتے ہوئے فری نے کتنی معصوم معصوم سی خواہشات بیان کی تھیں۔

"میرا بہت دلزکیرتا ہے کہ ابو مجھے سینے سے لگا میں میں بھاگتی ہوئی تھی، بچی کی طرح ان کے نیٹ جاؤں ضد کروں جیسے بچے کرتے ہیں، مجھے لگتا ہے کہ بچوں کا کوئی اٹھ مجھ میں نہیں گھبراہٹ ہے وہ چھوٹی چھوٹی سی خواہشات مجھ میں جم کر رہ گئی ہیں جیسے جادو کے زور سے کوئی چتر بنا گیا ہو، پتہ ہے اس بار گل آئی کی آمد پہ سب کتنا خوش ہوئے۔" اس نے اپنی نیند کا دم لیا جس کی شادی یاسر کے ساتھ ہوئی تھی، بس ایک دن کے فرق سے کل کی رات تھی اور یاسر کی بارات گئی تھی، اس بار وہ وہ ہنستے ہوئے تھی تو اس کے سانس سسز اور یاسر کی خوشی دیکھنے والی تھی، اس کے سسر نے اپنی بچی کو سینے سے لپٹا لیا تھا، وہ بھی کیسے بچی کی طرح لڑا، انوار بھی تھی، اس دن ایک ایک چیز کی پسند سے بنی تھی، وہ چائے کے برتن اٹھانے کی تو ایک منظر نے قدم وہیں روک دیے، گل صوفے پہ بیٹھی تھی اس کی ایک طرف ہاں اور دوسری طرف باپ تھا درمیان میں وہ مہمان خصوصی کی طرح تھی، اس کا سر باپ کے کندھے پہ ٹکا ہوا تھا، بی کی طرف دیکھتے ہوئے دنیا جہاں کی محبت ان کی نگاہوں میں سم آئی تھی، وہ تری ہائی نظروں سے اس منظر سے گویا قطرہ قطرہ جذب کر رہی تھی جب اس کی سانس کی نظر فری پہ پڑی جانے اس کی نگاہوں میں کیا تھا کہ ان کے لہجے میں غصہ شامل ہو گیا۔

”کیا لگا ہوں سے بھی کھانے کا ارادہ ہے، عجیب سا انداز سے تمہارا مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، کسی عجیب سی کھانے والی لگاؤ سے تمہاری، اسے بچائے۔“ انہوں نے اسے پرہیزگاری لگاڑ دیا تو کھل بھی سیدھی ہو کر دیکھنے لگی، وہ برتن لے کر واپس آئی، اس نے کوئی بھی وضاحت اور صفا نہیں دی تھی اتنی بہت تو اس میں بھی عین نہیں، وہ انہیں بتا ہی نہیں تھی کہ ”مجھے یہ منظر دنیا کا خوبصورت ترین منظر لگا ہے، میرا منظر لگانے کا ارادہ نہیں ہے بلکہ کچھ پرکھنے کے لئے تو میں کل رات کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی۔“ پر اس کے خاموشیوں کی پکار کون سنتا تب ہی تو یاسر کو بھی اس کی باتوں نے یہ قصہ تنک مریج لگا کر سنایا تھا۔ وہ حریم اور صبا کو اندر کئے سب زخم دکھا رہے تھے۔

”کیا اب بھی مجھے سینے سے لگائیں گے؟“ کیا معصومانہ سوال تھا، حریم اسے نظر چرائی۔ ”جیتے ہیں مگر دل چاہتا ہے کہ ابو کے سینے سے لگ کر بہت سارا رونا اس کا کہ ان کو بھی رونا دوں، میری زندگی میں بے پناہ خوشی کا بس ایک ہی لمحہ آیا ہے جب میری رخصتی کا دن ابو نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا تھا پتہ ہے جب میرے بچے آنسو گھم گئے تھے اتنی خوشی پہلی تھی مجھے کہ بس۔“

وہ نے انکشاف کر دی تھی۔ ”میرا دل چاہتا ہے ابو جب آفس سے آئیں تو میں بھاگ کر ان سے ہر پتہ کیس لے لوں ان کے لئے گرم گرم چائے بنا کر لاؤں اور ان کا سر بھی دباؤں مگر ابو کے تاثرات دیکھ کر مجھے بھی ان کے قریب جانے کی بہت ہی نہیں ہوتی۔“ یہی بے چارگی ہی تھی اس کے سبب تھی۔

حریم کے دل کے صحرا میں آج کچھ اور نوکیلے بڑے کانٹوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

انور صاحب کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا وہ یہ تو گھر والوں کے ساتھ ان کا پہلے بھی چلو ایسا نرم نہیں تھا مگر اب تو گویا آگ پر سائے نظر آتے، کاروبار میں انہیں مسلسل نقصان ہو رہا تھا، جس پر اثر ان کی صحت پر بھی پڑ رہا تھا، کاروبار میں فائدہ اور نقصان معمول کی بات ہے مگر اس جتنے نے انہیں متروک بنا دیا تھا، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کے دو بڑے پارٹنر لگ ہو گئے تھے، گھر آکر وہ کمرے میں بند ہو جاتے اور ٹیکز پر سگریٹ پھونکتے انہیں چپ سی جاتی جا رہی تھی۔

”صبا، حریم کہاں ہو چکی ہو؟“ انور صاحب آواز میں دے رہے تھے، آج تو سورج گویا مغرب سے نکلا تھا وہ اپنی طرح نرمی سے آواز میں ڈھنگ کی بات لگتی تھی صبا جن میں کسی نورانی کی آئی کیونکہ آج کل ابو کا غصہ وہ ملاحظہ کر رہی تھی تب ہی تو اس نے پہلی پکار یہ عین قسم کی نہیں کی اسے ڈر تھا کہ ابو کا پارٹنر کیس نہ ہو جائے۔

”جی ابو! وہ پھونکی خائیں درست تھیں“ ان کے سامنے آرکی، ان کے ساتھ کوئی اجنبی چرا بھی تھا سو اس نے ہاتھ خائے درست فرماتے سے اور بے گئے آہل کو خود بخود ہی درست کیا۔ ”ریاض صاحب یہ ہے میری بیٹی صبا۔“ آج پہلی بار صبا کو لگ رہا تھا کہ وہ دل کی انہی کی جی سے لکے میں نظر سا تھا جیسے صبا کا باپ ہونا ان کے لئے کامل عزت ہو، نوادہ دے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا تھا وہ اگر اس کی طرف متوجہ ہوتی تو لانا چاہتی۔

”میرا ریاض صاحب کے لئے نائٹ کھانا بناؤ شامیں جلدی۔“ حیرت در حیرت کا سلسلہ تھا، دو آنے والے مہمان کے ساتھ اندر ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور صبا آج کی سب سے حیرت انگیز خبر سنانے حریم کی طرف بھاگی۔

حریم کو یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر صبا کی

”تمہاروں کی ہنک اور لکے میں رہتی خوشی اس کی پہچانی کا پتہ دے رہی تھی، جلدی جلدی دونوں کے سر کھانے بیٹا۔“

آج کا دن ہی بہت حیرت انگیز تھا انور صاحب اپنی بیوی آمنہ کو بھی چوہدری ریاض سے ملوایا، تاہم بہت کم مردوں کے سامنے آمنہ کو اپنے کی اجازت تھی چوہدری ریاض کے ساتھ خاص ایجنٹ روپہ اس کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا، آج تو انور صاحب خوش اخلاق کے بریکارڈ توڑنے کے لئے ہوئے تھے، جب کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تو انہوں نے صبا اور حریم کو دوبارہ ڈرائنگ روم میں بلا دیا۔

”ہی پندرہ منٹ کے بعد دونوں اٹھ کر باہر آئیں تو حریم کو عجیب سا احساس ہو رہا تھا جسے وہ کوئی بھی نہ ہونے سے قاصر تھی، چوہدری ریاض نے ان دونوں کا بھرپور جائزہ لیا تھا، جب انور صاحب نے اپنے بڑے بھائی کا خون کھینچ کر ڈرائنگ روم سے آئیں تو صبا اس کے ہاتھ میں گویا دونوں بھائیوں کا اسکریٹ کر ڈالا، حریم کو اس کی ہنگامیں اور انداز بار بار کی خطرے کا احساس دنا رہا تھا۔“

”ابو! انکل بھائی جی اب ابھی آتے ہیں گے وہ پھونکی دینے سے آپ کو۔“ حریم اٹھ کھڑی ہوئی تو بے جا لگتی تھی اس کی تھمید کی۔ ”اب آپ کا ابھی نہیں آئیں اور میری عمر بڑھ چکی ہے، ابھی نہیں ہے۔“ آپ مجھے انکل نہیں کہہ سکتے، اب بھڑک اٹھی تو انکل جانا کہ وہ کسی خطرے میں چائیں سال سے کم کا نظریہ نہیں آ رہا تھا، انھارہ سالہ حریم نے انراستہ انکل کو بتایا تو ٹھیک کہا تھا، وہ انہیں ہر جگہ دیکھ کر اسے اس سے بہت رو گیا۔

رات کو بھی ان کا موضوع گفتگو چوہدری ریاض ہی رہا، حریم کو ایک بات بار بار چھو رہی تھی، جو نہ جانے کیوں اس چوہدری ریاض

سے ان کو ملوایا تھا، شروع سے ہی متنبہ حوالہ میں چلنے پھرنے سے وہ عام لڑکیوں کے برعکس خاص تھی، بھگدار اور حساس تھی، اسے یقین ہو چکا تھا کہ اب آج جس شخص کو آج اتنی اہمیت دے کر کھڑائے ہیں اور جو انکل کے جانے پہ پڑی طرح بھڑکاتے ہرگز کوئی معقول آدمی نہیں ہے، چوہدری ریاض نے اسے اسے گفتگوں پر جی بولی، آند اور پیشانی سے اسے ہاتھ سمیٹ چہرے سے انکارا، غلطی کے اسے ڈرا بھی نہیں بھایا تھا، چہچہا، یہی خیالات صبا کے بھی تھے۔

”چوہدری، مینی ڈالر چوہدری ریاض ہے آؤ، سوئے ہیں۔“ حریم نے پہل سر ہٹ کر مان لیا تھا، کچھ ہی دیر میں وہ ٹینڈر کی داہلوں میں اتر چکی، صبا کی ٹینڈر تو اڑی جاتی تھی، ابو آتے سے کوئی نرمی نہ مخاطب ہوئے مہمان سے بطور خاص اس نے تعارف کر دیا جیسے وہی ان کی سب سے بڑی بیٹی ہو، دل ہی دل میں سکا جتے ہوئے اس پر تھی، لیکن چلا اور انہیں سمجھ گیا، وہ بے آواز روئے کی خبر یہ خوشی کے آنسو تھے، آج ابو کے روئے نے اسے بھی خوش سے روشناس کر دیا تھا جس کا وہ انتھک سب سے اٹھ کھاتھا۔

فری کی شادی کو اٹھ ماہ گزر چکے تھے، ابو کا روپہ خواب سے خواب ترپوٹا جا رہا تھا، یہاں تک کہ جیسے اس کی ماں نے جینا شادی دیا تھا کہ۔

”تم ابھی تک باپ نہیں بنے ہو۔“ ابو شادی کے پہلے ہی میں ماہ گزرتے ہوئے ابو پر یاسر میری گورنر آگیا مگر یہاں تو ابو اور تک ایسے آپار نظر نہیں آتے۔ ”فری کو سنے دیکھ کر وہ ہاتھ جتا جتا، وہ پردہ انہوں نے پارٹی دوسری شادی کی دھماکی میں شروع کر دی تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ یہ ہونے لگے جانا بھی بہت کم رہا ہے، ابو نے اس کے آنسو کا سوال ہی نہیں پیدا

بیٹا جی کیونکہ انور گیلانی کو کم حیثیت لوگوں سے
 نیل جوں اچھا نہیں لگتا تھا، اس حیثیت کے
 وجود کے برابر ان کی بیٹی کا سسرال ہے وہ ایک
 لڑکھائی اس کے گھر نہیں آئے باقی بھوی اور بیٹیاں
 کسی مٹی میں ہی نہیں تھیں، یا سسرال کی طرف
 سے دایری ہونا شروع ہو گیا تھا اس کے خواب بھی
 برونہ جوان کی طرح محروقت میں سب کچھ حاصل
 کر لینے کے تھے وہ بھی ترقی کے لئے شاد
 تہ نہ ہو چکا تھا، تب ہی تو فری نے شادی کی
 بصورت میں اپنے اپنے خوابوں کی تعمیر حاصل
 ہوئی نظر آ رہی تھی، یہ خود اچھا لگا چہ باوانا
 حساب ہو گیا، فری کو کم قیمت چیز اور دیگر
 چیزیں دیا، پتہ لگا، آپ اڑانے کے مترادف تھی وہ
 کیا کیا سوچے بچا تھا، اذ پر سے فری کسی طرح
 بھی ان کا آئینہ نہیں تھی، اپنی لائف پارٹنر کو وہ
 پر جوش اور زندگی کی حرارتوں سے بھر پور دیکھنا
 جانتا تھا، وہ زندگی کے ہر بریکنگ سے خوشیاں
 منگنے کرنے کا قابل تھا، فری در سے کسی انتظار
 سے محروم ماضی کی پروردہ کہانی اس کی تیار
 رفتار کا ساتھ دے سکتی تھی یا سسر کے خوابوں کا
 چٹنا چٹنا ہوتا ہی تھا اور اس کا بدلہ وہ فری کو بار
 لینے سے لگا کر اپنے گھر سے نکال کر اسی جیسے ایک
 اور گھر میں آگئی ہے، فری کی خاموشی سے وہ شہر
 ہوتا گیا پھر اس نے سبے والوں سے باہر
 ہر ملوک اور مار پیٹ کی حکایت بھی نہیں کی اور اس
 کے اس محل نے یا سسر کے دل سے رہے رہے ڈر کو
 بھی ختم کر دیا۔

اس پشادی مرگہ کی کیفیت طاری رہی جب
 پہلی بار ایلو نے اسے پاس بٹھا کر اس کے سر پر
 ہاتھ پھیرا اسے انتہائی نرمی سے گلے سے لگایا۔
 ان دنوں ان کا رویہ پورے گھر والوں سے
 ہی بدلا ہوا تھا، آئندہ سے بھی نرمی سے بات
 کرتے، صبا کی بات بات سے بات چیتی تھی اور
 آنکھوں میں سارے دھتے سدا کی نشید وہ
 حساسی کی لڑکی کتنی خوش مزاج ہو گئی تھی کہ دیکھنے
 والی آنکھ کو بھی دھوکہ ہونے لگا، انور صاحبہ
 میں دامن ہوتے تو وہ کسی پروانے کی طرح
 کے گرد طواف کرتی، پر کام بھنگ نہ کرتی۔
 اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، اپنا
 کچھ ایلو اس کے لئے کر آئے تھے، جدید ٹیشن
 کے لئے چار ریڈی میڈ سوٹ، میچنگ سینڈل،
 ایک کنڈن کاسیٹ، ٹیف اور جانے کیا کیا،
 ساتھ ہی ایک بڑا سا ٹیک جس پر پتی برتنوں
 لکھا ہوا تھا۔

انور صاحبہ کی بیوی نے سسرال کے لئے
 لے سب کچھ آج ان کو یاد دہانوں کی اندھا دلی
 میں سے پناہ محبت سے لے کر اسے یاد دہانے
 صبا کی آنکھوں میں مارے خوشی کے آنسو ٹپک
 آئے جنہیں اس نے بڑی بخائی سے چھپا لیا۔
 اسے لگ رہا تھا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے جو
 وہ نہیں کھلتے ہی اڑ جائے گا۔
 "اے اللہ اگر یہ خواب ہی ہے تو بھی نہ
 ٹوٹے" اس نے مدد دل سے مانگی، پھر ایلو
 نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیک کا ڈا اور ایک ٹکڑا چلے
 اسے کھایا۔

شیراز اور احمد کو گھر سے اور بہنوں سے
 خاصی دلچسپی نہیں تھی نہ ہی وہ ان کے پاس بیٹھے
 تھے بس ضرورتاً بات کرتے، اس وقت بھی ان
 دونوں میں سے پہانہ کوئی بھی نہیں تھا بس آہ
 حرم اور وہ باپ بیٹی تھے۔
 آئندہ کے ہونٹوں پہ خوبصورت تیرا سکان

صبا نے انور صاحبہ بہت مہربان ہو رہے
 تھے، جب بھی بات کرتے لہجے میں حلاوت سمور
 کرتے، روز تکی پر اس کے پاس بیٹھے رہتے لگتا
 تھا ان کی کایا میٹ تھی سے وہ کسی طرح بھی پہننے
 والے انور گیلانی نظر نہیں آتے تھے، شاید صبا بہت
 خوش قسمت تھی ان سب بہنوں میں شروع میں تو

تھی، اسے لگ رہا تھا اس کی برہوں کی دنیا نہیں
 اور یہاں تک لگے آتی ہیں جو انور صاحبہ
 ان کی طرف منت آئے ہیں، باپ بیٹی کی محبت
 دیکھ کر وہ بیٹا ہو کر جا رہی تھی، حرم نے بڑے
 خود سے اس منت کو دیکھا تھا، آئندہ انور صاحبہ
 اور صاحبہ کی بات بات پر ہنس رہے تھے، کتنا
 بھرپور اور دلکش منظر تھا، وہ منہ بہت خوش تھے،
 سوائے حرم کے وہ دیکھتی تھی اسے ہونٹوں
 پہ ہنس لگتی تھی، سدا منظر میں ہونے کے باوجود
 اسے محبت کی لگ رہا تھا، تب ہی تو زیادہ دیر اسے
 وہاں بیٹھا ہی نہیں گیا، دیکھتے ہی ایلو کی پورنی توجہ
 تب کی طرف تھی۔

اس نے صبر کی نماز کے بعد دل کی
 کلیں انہوں سے دغا بازی کی، بہت دنوں سے فری کو
 کوئی بھی خبر نہیں تھی، یہ ہی ادھر سے کسی نے
 رابطہ کیا تھا، وہ سوچ رہی تھی کہ فری اپنی کوفون
 پر سے کوئی خبر سے ملے وہ اپنی بھی نہیں تھی، جو
 اسے ایلو کی کچھ لپٹ سے یاد دہانے میں مل گیا تھا
 کی، بہت سی ڈاکٹریں یقین باتوں کا اسٹاک اس
 کے پاس ہی ہو گیا تھا، وہ فری آتی سے اس نے
 ایلو سے مل کر کہا تھا، وہ فری کی کایا منظر خانے تھی،
 اس وقت وہ سکون سے بات کر رہی تھی۔

صبا کو انور صاحبہ نے بلایا تھا وہ اپنے
 گھر سے مل گئے آج وہ تھیں گئے تھے۔
 "جی ایلو آپ نے بلایا ہے کیا بات ہے؟"
 نماز پڑھتے ساتھ ہی وہ دڑتی چلی گئی۔
 "ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو۔" انہوں نے
 بیڈ پر سرب کراس ہٹے جیسے پہنایا۔
 "جی ایلو! وہ ہم تن کوئی تھی۔"
 "جیہا رات کو بچہ بدی ریاض اور بان کے
 ساتھ کچھ اور ٹوک آ رہے ہیں میں نے ان کو
 رکھانے پر اب غیبت کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی
 ہی نہ رہے، صبا ان تمام بہت اچھا ہونا

چاہیے۔"
 "ٹھیک ہے ایلو ایسا ہی ہوگا، میں اور حرم
 باہر نڈر اس کے ساتھ مل کر اچھی سے تیر رہی شہ رخ
 کرتے ہیں۔"
 "لو کے اس کے ساتھ خود بھی اچھے طریقے
 سے ڈریس اپ ہونا آپ لوگ، چوبدہ کی ریڈرس
 بہت پسند آتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی
 میں انہیں کوئی کی نظر آئے، بہت اچھے ہیں ریڈرس
 صاحبہ، جب اپنے ساتھ پہن رہے ہیں، انہوں
 نے میری مشکلات میں ساتھ دیا، شے انور دوبارہ
 زندگی ملے تو تب بھی میں چوبدہ کی ریڈرس کا
 افسانہ نہیں اتار سکتا، انہوں نے میرے لئے وہ
 ساتھ کیا ہے جو کوئی اور کرنے کا سوچ بھی نہیں
 سکتا، بڑنس کو خسار سے سے نکالنے کے لئے
 انہوں نے بہت بڑی رقم دی ہے مجھے جس پر
 میرے دل سے ان کے لئے دعا میں ملتی ہیں۔
 وہ چوبدہ کی ریڈرس کی تحریف میں بہت ناخوش
 رہے تھے، صبر کو کچھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہ سب
 اسے کیا بتا رہے ہیں۔
 "ایلو آپ کے ہمراہوں کو کوئی شکایت نہیں
 ہوئی ہم سے۔" ان کی بات سن کر وہ ان سے
 کہا، وہ خوش ہو گئے۔
 "مجھے خبر ہے، جی امید ہے آپ جلد موت
 کی تیاری شروع کر دو۔" ساتھ ہی وہ ان سے ان
 پر بات کرنے لگے، صبر حرم کے پاس آئی۔
 "ابو کے گیسٹ آر رہے، پیپ رات کے
 کھانے یہ اس کے لئے یہ تیاری ہوئی ہے۔"
 "گوئی آ رہا ہے؟" وہ اپنے پھر سے نہیں
 کمر رہی تھی، مصروف سے انداز میں ہوئی۔
 "واکی ایسا دن جو چوبدہ کی ریڈرس تحریف
 لائے تھے وہ اور ان کے ساتھ کوئی اور ٹوک ہوں
 گے۔" اس نے دیا تو حرم کے ہاتھ سے ہ
 گئے۔
 "تم جاؤ میں یہ شربت انتہائی تیر کے آتی

ہوں۔
 ٹھیک ہے میں کچن میں جا رہی ہوں تم
 بھی آ جاؤ اور ساتھ میز سے بھی کوئی اچھے سے
 کپڑے نہیں کر دو، ابو کہہ رہے تھے اچھے
 طریقے سے ڈریس اپ ہو، آپ ٹوگ۔ ایسے
 خدشات کے سپرد کر کے صبا وہاں سے جا چکی
 تھی۔

اک دکھ اپنے ہارنے کا
 اک دکھ پتھر نہ کرنے کا
 اک دکھ اپنے جینے کا
 اک دکھ اپنے مرنے کا
 اک دکھ غائب رہنے کا
 اک دکھ پورا بھرنے کا
 ان جانے سے رستے پر
 اک دکھ یہ کہ دھرنے کا
 خوشیاں اندر رو کر بھی
 اک دکھ نہ دینے ڈرنے کا
 دل سے اندر بھونکنے کا
 اک دکھ آنکھ کے پھرنے کا

صبا حرم کی دور مائی نذرانہ کے ساتھ کمر سب
 تیار کر چکی تھی، کچن کا کام وہ خود ہی کرتی تھی آٹہ
 نے شروع سے ہی مٹیوں کو کھانے پکانے کے فن
 میں خالق کرنے کی کوشش چوری کر لی تھی۔ مزید تو
 خیر اب کمر نے میں بند رہی تھی، نہ اتنا بولتی نہ کسی
 سے گفت و فری شادی کے بعد سبرائی میں تھی اب
 صبا ہی کچن سنبھالتی، کمر بھونچنے کے بعد اس کا
 پڑھنے کو مزید دل نہیں چا رہا تھا سوا ب دیگہ یہ
 ہی ہوئی، کاج کی تعلیم بھی اس نے جیسے تیسے حاصل
 کی تھی، فزنی نے بھی ایسا اسے بادل خواست کیا تھا
 ورنہ اس کے من میں ہوتا تو وہ میسرک کے بعد
 کالج میں داخلہ لیتی، کیونکہ سکول اور کچر
 بعد میں کالج میں بھی پڑھائی ان کا مذاق اڑاتیں
 بولتی برا سول بولنے سے غارتی بچے ہوتے

زور سے خوفزدہ انداز میں کمر نے بھی تامل تو یہ
 نہیں تھے، فزنی تو سکول میں کئی بار مذاق کا نشانہ
 بنی، اب کالج میں بھی وہی صورت حال تھی، کچر
 کے دوران کوئی سوال پوچھتی تو وہ بھڑکا ہوا شرعاً زور
 دیتی، ساتھ پورا جسم بھی کاج کا تھا، حالانکہ جو سونے یہ
 چاہا اس کا جواب اسے معلوم ہوتا مگر نہ جواب
 میں عجزا بہت جاری ہو جاتی، وہ نہیں کالج کی
 اور لڑکیوں کے لئے تفریح کچر کا اچھا خاصا سبب
 بن گئی تھی، فزنی خاصی ذہین بھی مگر محبت اور اعتماد
 سے جاری ماحول میں پلٹے نہ جتنے نہ ہجرت اپنی
 وہانت سے نہ آشنا تھی۔

انور گیلانی نے تو میسرک کے بعد بیچ میں تو
 مزید تخیم نہیں بلوائی تھی کمر ان کے جوتے بھرتی
 نے ان کے اس ارادے سے باخبر ہو کر
 بعد میں کیا تھا کہ بیچوں کو کاج کی لول تپ تو صبر
 حاصل کرنے دو، پڑے بھرتی رحمت گیلانی کی
 دست دہی، یہ بھی نہیں مانتے تھے کہ ان کی
 کے لئے ایجنڈا کے رائے سے کچر کا شہرہ ہو گئے تھے۔

سوائے حرم نے ان تینوں کے چاہنے نہ
 خاص شوق نہیں تھا، اب صرف حرم نے ہی حیرت
 بن رہی تھی ہوتی تھی وہ مقامی کالج میں تھوڑا سی
 استفادہ کر لیتی تھی، اس سال چھوٹی اور ان سب
 بہنوں میں سب سے زیادہ سنس، اس نے اپنی
 حساسیت کو بے نیازی کے پورے میں پہنچا دیا
 تھا، اندر کچر بھی گزرتی اس کا چہرہ سیاق بہت خیر
 آتا مہمان آتے تھے، آٹہ پھینکے سے ہی ڈرائنگ
 روم میں بھی کیونکہ پڑ پڑی ریاضی کے ساتھ
 عبور نہیں بھی تھی۔

حرم کو کورڈوں کی آمد کا سن کر تبس میں رہا
 جسے دور کرنے کی خاطر وہ ڈرائنگ روم میں چلی
 آئی، گہرے سانولے رنگ کے مردانہ استایل
 آنکھ نہیں بھاتے جو پر شوق کاجوں سے اسے
 رہتے تھے، وہ مودتیں انور گیلانی سے کچر پوچھ رہی
 تھیں۔

نہیں نہیں یہ وہی نہیں یہ میری سب سے
 چھوٹی بیٹی ہے۔ جانے کیا سوال کی میں تو جس
 کے جواب میں، میں انہوں نے یہ وضاحت دی
 تھی، اس کے تو کان کھڑے ہو گئے، میرا دل
 پتروں میں ملیں رحمت انتوش والی اس جودت
 نے چتر چتر رخس کے گلابوں پہ چار کیا تو اسے
 انھیں بولنے لگی، صبا مہمانوں کو کھانے کا بولنے
 آئی تو سب ہی توجہ ادھر ہو گئی، حرم چو پڑی
 بیچوں کے بالکل سامنے اسے صولے پہ بیٹھی
 بیٹھی تھی، صبا کو جس طرح وہ حرم کی اور لائی
 جگہوں سے دیکھ رہا تھا سب کی موجودگی کی پردہ
 کیے بغیر، اس حرم کو اندر ہی اندر خبرا بہت ہوتا
 شروع ہو گئی تھی، نہ جانے ان مہمانوں کے
 ارادے کیا تھے کمر کو انداز کوئی اور ہی کہانی سن
 رہا تھا۔

وہ انھو آئی وہاں سے، صبا سے اپنے
 خدشات کا اظہار کر کے وہ اس پریشان نہیں کرتا
 تھا، کچر کی جگہ وہ نہیں بے بیاد تھی یا اس کا وہم
 کچر کی بار دہی، وہ اس کی یہ وجہ اٹھاتے کچر کی
 تھی، اسے جانے کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے جیسے
 کون قربانی کا جالور ہے، جس کی قربانی دینے
 سے بیشتر اس کی خوب خاطر تواضع اور خدمت کی
 جاری ہے، کاش اس کے یہ خدشات حقیقت کا
 روپ نہ دھارتے۔

رات کا ایک بج چکا تھا، پورے دن کی تھکی
 پڑی صبا کمر کی سوچیں کچر حرم کی آنکھوں سے
 تھک کو سول دور تھی، چو پڑی ریاضی اپنے ساتھ
 مشائی اور پتلوں کے ٹوکرے ان سب کے
 کپڑے بھی لایا تھا، جب وہ لوگ کھانے کے بعد
 جانے گئے تو چو پڑی ریاضی کے ساتھ آئی
 غور توں نے صبا کے ہاتھ پہ بہت سے ہرے
 ہرے ٹوٹر رکھے۔

یہ امتیازی سلوک حرم کی نگاہ سے پوشیدہ
 نہیں تھا کیونکہ وہ بھی پاس کھڑی تھی، مہمانوں

کے جانے کے بعد انہوں نے کچن میں برتن
 دھو کر حرم کے کمر پر چڑی، صبا پہلے ہی سوچیں
 تھی، لیکن وہ کمر میں بدل رہی تھی، کچر کی بے
 شغلی سے آئی روٹنی صبا کے چہرے پہ پڑ رہی تھی،
 وہ ایک ہاتھ دھواڑے پیچے رکھے تو صبا نے
 حرم اس کی طرف رخ نہ کیا۔ دیکھنے کی، کچر
 جھوم اور چو پڑی لپک رہی تھی اس کی ماں جانی،
 اس نے دماغ میں کچر کی طرف بھرا تے تھے
 خیالات سے کچر پھڑپھڑایا اور سونے کی کوششیں
 کرنے لگی۔

انور گیلانی کے بڑے بھائی رحمت گیلانی
 اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی کر رہے تھے اس سلسلے
 میں تیاریاں شروع ہو گئیں، انور گیلانی نے ان
 سب کو بھی تیار ہونے کا کہا تھا، شادی سے دو دن
 پہلے صبا اور حرم تانیا کے گھر آئی تھیں، منور کو نہیں
 چھی آئی جاتی تھیں کچر کی گھر پہ تھی، آٹہ نے ہارات
 وائے دن آتا تھا، ان مرتبہ انور گیلانی نے ان
 دو لڑکیوں کو بھی بھر کر شادی کر دئی تھی، آٹہ
 دو دن کو خود ساتھ لے کر گئی تھی، شادی میں پہننے
 کے لئے وہ جو سونے لائی تھی بہت خوب صورت
 تھے۔

حرم کا تو بالکل بھی آٹے کو دل نہیں کر رہا تھا
 کیونکہ وہ وہاں والوں سے ملنا مانا اس کے لئے
 کچر ایسا خوشگوار تجربہ نہیں تھا، کیونکہ جب بھی کسی
 موقع پر وہ چھایا تانیا کے ہاں آتیں تو کچر کا
 رویہ ان کے ساتھ بہت عجیب ہوتا جیسے وہ نہیں
 کسی اور سیارے سے آئی ہوں، اس صورت حال کو
 دیکھتے ہوئے ان میں سے کسی نے بھی اپنی کچر
 کے ساتھ فری ہونے کی کوششیں نہیں کی، پہلی کے
 لڑکوں کے ساتھ بے تکلف ہونے کی بات تھی
 بعد از قیاس تھی کیونکہ انور گیلانی کچر کی طبیعت کے
 مالک تھے ساتھ کسی کچر نے دعا سلام کے بلاوہ
 ان سے کوئی اور بات کرنے کی کوشش نہیں

کی، اُمر کا ڈر نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی نہ آتی یہاں۔
 داد جان کی وفات سے بعد ان کا وہ حسیال
 منت سرا یک تار ایک چٹائی کی بیخوں اور پھر ان
 کی اولاد وہ ایک صحرانوی تھا، یہاں آکر حرم
 کو اپنی عمر بختی کا شدت سے احساس ہوتا تھا،
 کیونکہ وہ اس رخ حقیقت سے اپنی طرح آگاہ
 تھی کہ سب نوزوان بہنوں کا مذاق اڑاتے ہیں
 نکلیں اُٹھتے ہیں، انہیں تو گویا تفریق کا سوچہ
 ہاتھ آجاتا تھا، اس دور میں اتنی ڈری تھی اور
 پھتہ پڑنیاں ہوا کہاں تھی، اپنے ساتھ تک سے
 ڈر جانے والی، یہ وہ ہے جب تیار رحمت نے
 اپنے بیٹے عدنان سے فری گئے تھے رائے کی
 چاہی تو بس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”شہزادہ آپ چچا جان کی محبت میں
 قربانی کا ہر امت نہ تھیں، رخصت نہ ہو سکتی تھی
 روتے سے مجھے شادی کرنے کا کھلی شوق نہیں
 ہے، بندے میں خیر از مراد تو ہوتا جاوے، چچا
 جان نے نہ جانے کس طرح اپنی اولاد کی پرورش
 کی ہے مجھے تو حیرت دہی ہے۔“ اس نے صاف
 الجھان میں انکار کیا تھا۔

”کچھ بھی نہ رہے، گیلانی کو اپنے بھائی کی
 چاروں بیویاں ہی اتنی تھیں، فری انہیں بہت
 پسند تھی مگر عدنان نے صاف انکار کر دیا تھا، پھر
 فری کی بھی شادی ہوئی اب صاف انکار کر دیا تھا، انہوں
 نے چھوٹے بیٹے عامر سے ذکر کیا صاف کے بارے
 میں اپنی پسندیدگی کا بتایا ساتھ ہی اپنی خواہش کا
 بھی اظہار کر دیا، وہ ہرکسی کو حیران اور صاف ناں
 کر دی، وہ پہلے ہی اپنی نکاحی فیلو میں اتر سکتا تھا،
 نہ بھی ہوتا تو انور پتائی کوئی بھی جی اسے اس نظر
 سے پسند نہیں تھی، اس کی خواہش پہ اس کا رشتہ
 رائیہ سے ملے ہوا اور اب شادی ہو رہی تھی،
 عدنان سے چھوٹے فاروق گیلانی تھے ان کا ایک
 بیٹا اور ایک بیٹی تھی جن کی اپنی اپنی دلچسپیاں
 تھیں۔

رحمت گیلانی نے جب بیوی سے اس
 خواہش کو اظہار کیا کہ میں انور کی بیوی بننے
 میں سے کسی ایک کو پسند کرنا چاہتی ہوں تو ان سے
 ان کی تعلیم کی تھی، اپنے دور کی سخت تعلیم
 اس کے پاس تھی، پھر اس نے اولاد کو جو نہ پائے وہ
 رکھی تھی وہ کسی سے بھی ڈرتی تھیں کسی مذہب
 اور عام دونوں تعلیم یافتہ اور جدید دور کے نوجوان
 تھے، پابندیوں اور جرکی فضا میں پیدا ہوئی تھی
 تعلیم یافتہ لڑکی سے وہ شادی کا تصور بھی نہیں کر
 سکتے تھے چاہے وہ انور پتائی کی بیٹی کی بیوی نہ
 ہوتی۔

رحمت اور فاروق دونوں بھائی انور سے
 اعلیٰ طبیعت کے تھے، اپنی اولادوں کو تعلیم کے
 ساتھ محبت و اعتبار بھی رکھتا تھا، جوانی کی شغلیت
 میں نمایاں طور پر اُٹھ آتا اور اپنی چیز بھی نہ انور
 گیلانی نے اپنی اولاد کو محروم رکھا تھا اور اب فرق
 تو صاف ظاہر تھا۔

دور سے اپنے رشتہ داروں کے پاس گیلانی
 میں شرکت کرتے ہوئے وہ چھوڑا اور سر بری یا
 جوش نہیں دکھاتی تھی، پر اب تو ان کی چند روزہ
 محبت کا اعجاز اور اعتبار تھا جس نے اسے حد درجہ
 پر اُٹھادیا تھا، سخن اور عدنان کی پابندی کی
 قریب مشترکہ تھی اس نے بڑی خوشی مہندی
 کی سجاوٹ میں حصہ لیا، خریم پہ ہمیشہ کی طرح نہ
 درجہ تنجید کی طاری تھی، پھر وہ حسیال اسے ایک آنکھ
 نہیں بھانپتا تھا، ابوکشی کو دے دی بیہوش تھی
 اس کے دل میں طپ رہی تھی، خود درجہ منہ فطرت کی
 کہ ان میں بھائیوں کو انہوں نے تھیں تین
 جانے ہی نہیں دیا اور وہ حسیال کی طرف ایسی کوئی
 پابندی نہیں لگائی، خریم میں بغاوت کے جراثیم
 پل رہے تھے، اپنے چچا تار اور ان کی اولادوں
 میں سے کسی کے ساتھ بھی اسے کوئی لگاؤ نہیں

تھا نہ ہی کبھی نوزوانی فطری محبت کا مظاہرہ نہ
 نے کیا، شاید اس کی ذہن ان بہنوں کا مذاق اڑایا جاتا
 ہو، انہیں چھوٹے نہیں بلکہ سب کے سامنے مستحق
 ٹٹھرتا جاتا اور یہ آسانی سے بھولنے والی بات
 نہیں تھی۔

مہندی کے تمام نکلیں کے دوران وہ اپنے
 اپنے انداز میں سب سے پیچھے تھی وہی اور وہ
 ہمیشہ کی طرح اپنی نرم طبیعت سے مجبور ہو کر تانی
 الی کو اپنی خدمات ہی پیش کر رہی تھی۔

عدنان کی دلہن رخصت ہو کر آچکی تھی،
 ہمیں ہو رہی تھیں، رات کا نکلیں تھا سب تھک
 گئے تھے، رات کی بارات آئی تھی اور ادھر بھی
 ایک ہنگامہ چا ہوا تھا، خریم کے سر میں درد ہو رہا
 تھا، ممکن ہے اس کا ماحول تھا، دل چاہے اپنے کو
 کر دیتا تھا، سب اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے،
 دوپہر میں اس نے بعد ایک سے فری کی

”اپنی بیوی کی محبت میں وہ
 بالکل بے خبر ہو کر باقیوں اور قہقہوں
 کی کی آواز سن کر انہیں حیران اور اس کی
 دوپہر رائیہ شرابی کو نے کے حیرے میں تھے،
 خریم اپنے پیٹے چائے پانے پانے میں آئی، کوئی
 بچوں کو نہیں دیکھا، اس کے تپ کا گھر تھا دور
 یہاں سب اس وقت ہنگامے میں کھڑے ہوئے
 تھے۔

اس نے چلہا جلا کر چائے کا پانی رکھا اور
 تپ چینی زعفرانی شروع کی، اس دوران پانی
 کھول کر شروع ہو گیا، آخر تپ چینی مل گئی، وہ
 فری سے دوبارہ نکال رہی تھی، جب کوئی کھن میں
 داخل ہوا۔

”واؤ چائے بن رہی ہے اس وقت شدید
 طلب ہو رہی ہے ایک کپ مجھے بھی دے دینا۔“
 آہٹ پہ وہ کھوئی تو سامنے اجنبی صورت تھی، اس
 کے تاثرات خود بخود رفتی درشت سے ہو گئے۔
 ”میں یہ چائے اپنے بھائیوں کی

اور کے لئے نہیں۔“ اس نے تودار کی طرف
 دیکھے بغیر چائے میں دو دو ڈالے۔
 ”اگر مجھے بھی تھوڑی سی مل جائے تو بہ پانی
 ہوئی۔“ دو ٹاپا دے اسے واقف نہیں تھا۔

”میں کسی کی کو نہیں ہوں خود بنا دو۔“ اس
 کا لہجہ بہت سخت تھا، وہ اپنی اس عزت افزائی پہ
 حیران رہا ہوا، اختلافات سے پانچ پہ پڑ گئی، ہاں
 کون تھی اجنبی تو وہ نہیں نکلی تھی، روز جین میں
 کھڑے ہو کر رہتے آ رہے تھے اسے یہ سب نہ پتہ
 رہی ہوئی تو رانی بھی نہیں تھی کبھی کیونکہ وہ جہان
 کام کرنے والی دونوں نوکرائیوں کو جانتا تھا اور
 صورت آشنا بھی تھا۔

”آپ ہیں کون؟“ اندر سے اسے خبر آیا
 قاتب ہی کو وہ جانتا چارہ تھا یہ بد اخلاق سی تھی
 دلتا ہے۔

”کیوں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“ وہ
 چائے کپ میں اندر مل رہی تھی، اس وقت یہاں
 کوئی بھی چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔

”میں اس صحرانوی آپ کا رشتہ جانتا چلا رہا
 ہوں۔“ سلیمان کا دل گر رہا تھا چائے کا کپ تھا
 لے، ایک کپ سے زیادہ چائے کی کمر اس نے
 دوسرے کپ میں ڈال کر اسے نہیں دی۔

”میں اجنبیوں سے اس طرح کی بات نہ
 فضا کی تصویر تھی ہوں۔“ وہ چائے کے کریجن
 سے باہر آئی، تب سلیمان کو اس بد دماغی کی
 پہ بہت غصہ آیا، وہ ہال میں چلا آیا اور غصہ پڑا
 اسے ادھر ہی مل گئی، وہ جھٹ پٹ اس کے لئے
 چائے بنا کر لے آئی۔

چائے کی کمر بھی ادھر ہی آئی جہاں
 دولہا دوپہن کی تصویریں سن رہی تھیں صاف نہ
 اشتیاق سے قریب ہو کر سب دیکھ رہی تھی وخریم
 قدر سے ہٹ کر سب کا روانہ دیکھ رہی تھی۔

سلیمان رہائے ایک صوفے پہ بیٹھا تھا،
 اتفاق سے ہی وہ اس کی نظروں کی۔ وقت میں آئی

تھی جانے بسا چند پہ کے تحت اس نے من کی
نزل سے گڈلی کپڑوں میں جوس حریم کے
بارے میں پوچھ لیا۔

یہ میرے بچا، نور بیانی کی سب سے
چھوٹی بیٹی ہے۔" جانے وہ کیا بھی کہی کہ چھٹ
نکتہ سے ذکر کر دیا، یہ ذرا لکھی فاروق بیانی کی
بھولی تھی۔

راج ہوئے تک سب لڑکیوں میں یہ خبر
مردوش کر رہی تھی کہ من کے ماموں شہر پار
شیرازی کے بیوت سلیمان شیرازی کریم کے عشق
میں جلا ہو گئے ہیں اگر سلیمان کو علم ہوگا کہ اس کا
چھوٹا سا سوال یہ تیرست ڈھانے کا تو وہ بھی بھی
یہ بات نہ کہتا، ذرا اور من سونے تک اس بات
کو سسکی نہ رہی۔

من پارانہ جی مٹی تھی، لڑکیاں آرام سے
تیار ہو رہی تھیں۔

حریم نے آٹ میرون کمر کا سوٹ پہنا تھا،
لاٹک شرٹ کے ساتھ چوڑی دار یاٹھیم خوب
سوٹ کر رہا تھا وہ اور جیادوں انٹھے ٹیکسی تھی
جب وہ چارٹی کی لڑکی کیڈٹ سے بچے کو گود میں
اٹھائے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میرا علم رہتا ہے آپ کون ہیں دونوں،
میں نہیں دیکھا مگر آپ کو؟" اس کا حق طلب کریم
کہی۔

"رحمت بیانی تاپا ہیں میرے، میں ان
کے چھوٹے بھائی کی بیٹی ہوں اور یہ میری بہن
ہے۔" بادل خواستہ اس نے تعارف کر دیا۔
"اوہ اچھا اچھا آپ انور انکل کی بیٹی ہیں
اور میں سعید انکل کی بہن ہوں، سلیمان دیور ہے
میرا۔" پتہ نہیں یہ سعید انکل کون تھے اور یہ سلیمان
کون تھا جو ان کا دیور تھا اور یہ کتہ مرہ جانے کس
کے دھوکے میں ان دونوں کے پاس آ کے تعارف
کر رہی تھیں۔

جیادوں کیوٹ سے بچے کے ساتھ لڑا کر
رہی تھی، کریم آنے جانے والوں کی طرف
لگی، اسے میں رحمن کا بلاوا آگیا تو وہ اندر چل
گئی، من کی رحمتی کے بعد وہ من کے دھوکے سے
مدان کا دلیر تھا، روٹی دھوپ من رحمت بیانی
کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔ وہ ہشتکل تمام
آنسوؤں کو ضبط کر رہے تھے۔

کریم کو فری آنی کی رحمتی کا متبر یا اُمید
وہ من سے زیادہ درد اور ہلک رہی تھی، آخر میں ابو
نے بس رہی اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا، اپنے
فرس کی ادائیگی کی خوشی اور من سے جدا ہونے کا
کرب و جھنڈ سے بھی ان کے چہرے پر نہیں
تھا۔

رحمت بیانی، مدان اور غار نے پیارا
دے کر بہن کو گاڑی میں بٹھایا، آخری وقت پھر
ان تینوں نے من کو پیار کیا تو یہ نظر سے کہتے تھے
طرح کریم کے دل میں پہچا۔

من دھاؤں کے سامنے جس رحمت بیانی
رحمت تاپا جی کی جدائی سے غم حال ہو رہے تھے۔
سلیمان انہیں اندر لے گیا۔

اب کریم جلد از جلد میاں سے جاتا چادری
تھی، پیار بھرے اس ماحول میں رو رہ کر اپنی
خمر میوں کا احساس جاگ گیا تھا، وہ ہز میرات
میں اپنا اور ان سب کا موازنہ کرنے لگ گئی تھی،
جیادوں کی خوشی کی بھی، شاید وہ بھی اسی کی طرح
سوچ رہی تھی۔

"میرا کمر جائے گودل کر رہا ہے۔" رو باشی
جو کر اس نے صبا سے کہہ دی دیا۔

"میرا بھی۔" وہ جھٹ بولی۔
"تو پھر چلتے ہیں۔"

"مدان بھائی کا دلیر ہو جائے تو چلیں
گے مان۔" صبا نے اسے جیسے کچھ یاد دلایا تھا۔

"مجھے تو ان سب لڑکیوں کی معنی خیز نظروں
اور دلی دلی مٹی سے انھیں ہونے کی ہے۔"

"نظر انداز کر دو سب تو۔"
کریم کیوں کر اس نظر انداز دیکھتے ہی اشارے سے
کر رہے تھے۔ "دو دو باشی کی بیوی تو صبا نے
اسے بہا دیا۔"

سلیمان کی بھانجی رحمت سے اس کی بھی
خفا تھی دو تکی ہوئی تھی، یہ رحمت تاپا کے سالے کی
بہن تھی، اس کا پر خلوص رہ رہ صبا کا بہت اچھا لگا تھا،
اس کی باتوں اور انداز سے کسی طرح بھی یہ محسوس
نہیں ہو رہا تھا کہ وہ انہیں ستر تصور کرتی ہے، وہ
بہت دھمکی سے گھر والوں کے بارے میں سوال
کرتی رہی، خاص طور پر کریم کے بارے میں
اسے بہت دلچسپی تھی، کریم مرید کر اس کی پسند و نا
پسند کے بارے میں پوچھتی رہی۔

رحمت نے ان بہنوں کے سینے ٹھیک دیکھا تھا،
پھر سے وہ کریم کی بیٹی اور تاپا کے کمر خزانہ پھر رحمت
کو سعید انکل کے خانہ ان کا حصہ بنے زیادہ عرصہ
نہیں گزرا تھا، وہ نہ شاید طاقت ہو رہی جاتی۔
صبا کو وہ بہت اچھی لگتی تھی، من کے ماموں
کا وہ اس سے دیکھا ہوا تھا لیکن ان کی بہنوں
ذات میں بھی اس پر خوشگوار تاثر چھوڑنے میں
کامیاب رہی تھی۔

آج من کا دلیر تھا، کریم کا ارادہ تو ویسے
سے فارغ ہو کر کمر جانے کا تھا مگر تاپا کی اماں اور
لمبے کہا تھا کہ ویسے کے بعد آج اور بھی رہو گی
انکھ جانا، بادل خواستہ وہ یاد ہوئی تھی۔
عالیہ یکم یعنی تاپا کی ماں نے پارٹ اور
بچے کے لئے ان دونوں بہنوں کے لئے سوٹ
تیار کرانے تھے، رات کا فٹشنگ تھا مگر لڑکیوں
کا تیار ہی سر شاہی سے شروع تھی۔

انور بیانی اور آمنہ اپنے کمرے سے
ہنرے من سے سیراں پہنچے تھے، لڑکیاں
بہنوں میں بیٹھ رہی تھیں، جیادوں کی بچہ کی

کاڑی مکھن تھی، کریم بھی اس کے ساتھ تھی
اس کی بھراب تھی اور فرد کے بیٹھے تھی، انہیں نہیں
تھی، وہ جیادوں کی بیوی سے اجڑا ہوا سر دھاتی حالت
کوٹ کا شکار بھی کہ رحمت نے آواز دیے کر اپنی
گاڑی میں آنے کو کہا، مرنے کی نہ کرتی چھوٹے
پھوسنے قدم اٹھائی اس کی طرف آ گئی۔
دارائیک سیٹ سے سلیمان تھا اور اس کے ساتھ رحمت
بھانجی اور من کی نزل ذرا لکھی، کریم کو کچھ سا ہوا،
فاروق بچہ صبا کو لے کر جاتے تھے ورنہ وہ اسے
بھی ساتھ لے جاتا، کیونکہ ان دونوں سے اسے
ابھین ہوئی تھی، ذرا تو خیر اس کی زبان بھی گھر
باقی دو افراد تو انہیں ہی تھے مان، روٹی ذرا تو
نہ تڑکے ساتھ اسے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا، پھر
ذرا عادت سے مجبور ان سب بہنوں کا مذاق
اڑا لیا، آئی تھی اس وجہ سے بھی وہ زیادہ فری نہیں
ہو پاتی تھی۔

اب بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا، وہ بیک اور
کھون کر بیٹھے ہی لگی تھی کہ ذرا اسے ٹوک دیا۔
"ادھر فرس آگے بیٹھو، وہاں ہے جاگ
تھماؤں۔" وہاں ہے جگہ تھماؤں یہ اس نے خاصا
زور دے کر کہا تو غفلت کے احساس سے اس کے
رخسار سٹ اٹھے اسے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی
سلیمان کی ماما تو میرے بھی ان کے ساتھ جانے کے
ارادے سے بیٹے کی طرف چل آئیں، اب
صورتحال یہ بھی کہ ایک طرف تو میرا آئی کھڑی تھی
اور ایک طرف کریم، رحمت نے اس کے لئے فوراً
اپنی طرف کا دروازہ کھولا دینا لگی۔

"کریم آپ آگے بیٹھ جاؤ۔" یہ رحمت کی جو
اس کے سرخ ہوتے چہرے سے جانے کیا بھی
تھی، ذرا اسے سامنے حریف تماشہ بننے کے خیال
سے وہ فرٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

"آئی یہ رحمت انکل کی بیٹی کریم ہیں انور
انکل کی سب سے چھوٹی بیٹی،" ان کے ہاتھوں رحمت
نے بتایا، تو میرے اسے پہلے صرف ایک بار اسے

دیکھا تھا اب یہ نے تعارف کرایا تو انہوں نے
خصوصی پہنچی لی۔

سیمان اس کے چیتے ہی بلک اٹھ کر کوفی
اکارڈ کو حرکت میں لے آیا، دھڑک دھڑک کر سانس
کے پاس ہو گئی اور دیکھی آواز میں ہلکا پھلکا کرنے
لگی۔

حریم رو بہ نشی سے اسے تڑپ لپٹے اور
دروازے کے ساتھ قہر پیا لکھ کر بیٹھی تھی، اسے ر
بھی لگ رہا تھا، وہ دغا کر رہی تھی کہ ایسا اسے ایک
اجبی تر کرنے کے ساتھ فرحت سیٹ سے اترتا نہ
دیکھتا نہ دیکھتا وہ ان کی شکل ٹھیک سے اچھی طور
واقف تھی، ذرا خوب چمک رہی تھی۔

"سیمان بھئی آج تو آپ بہت خوش
میں ہے۔"

"وہیں؟" سیمان کی توجہ سانسے دروزی
طرف تھی، پاس سے ٹک کر راز کو جواب میں ڈار
نے جو کہا حریم وہ نہ سمجھتی، وہ چاروں آپس میں
بہن بیل رہے تھے، اسے جب کہ کوئی پہچان کرنا تھا
کہ یہ من کے، مہلوں کی تھی ہے، خدا خدا کر کے
سفر تمام ہوا، گاڑی رکی تو حریم سب سے پہلے
اٹری، ٹوپی سے بیگم برسوج لگا ہوں سے اسے بھی
دیکھتی تھی جو صبا کو حوصلہ دیتی تھی۔

فلشکن بہت لپٹ شروع ہوا اور کھانڈ کھاتے
کھانڈے دو تونج ہی تھے، وہ اپنی بھی انور گیلانی صبا
کو ساتھ لے گئے اور حریم کو کہا کہ تم پرسوں آجانا،
شادیوں میں کاموں کے سولیکھڑے ہوتے ہیں
اسی وجہ سے انہوں نے اسے نہ کئے کو کہا۔

اب حریم پریشان سی تھی، صبا کے ساتھ وہ
خود کو بہت مضبوط سمجھ رہی تھی، ابھر سب خوش
ہوں میں لگے ہوئے تھے کسی کو کوئی احساس ہی
نہیں تھا، اس کا دل کر رہا تھا، دھڑکیں مار مار کر
دوڑنے لگی تھیں پھر رعنا اس کے پاس آئی۔

"حریم تم بہت تیار سے ساتھ ہی جانا، کیونکہ سارے

بھائی کہہ رہے ہیں جو میں گاڑی میں آجاتے ہی
میں ابھی جائے گا، تم چلی کر بیٹھو میں بھی آپرینی
ہوں۔" رعنا کے انداز میں اپنا تھک چھری ہے
تھی، وہ پارکنگ ایریا کی طرف آئی تو اسے
گاڑیاں غائب تھیں، وہ دیکھ اگاڑا سے پاس آئی
اور ٹیک باؤر کھول کر بیٹھ گئی، چلتے ہی اسے
ڈرائیونگ سیٹ پر برائمن کن کا ڈن نظر آیا،
اس کا خیال تھا کہ گاڑی میں کوئی نہیں ہوگا، وہ
سیٹ پیچھے کی طرف کیے آٹھپٹیں موندے پر اٹھا
مہ از مہ از نشی بھی پڑ رہی تھی۔

"اما اور رہنا بھائی کو بھی بلا کر لے
آئیں۔" وہ ڈن پر ہونہر بیٹھ گیا ساتھ ہی آواز
جاری کیا۔

"آپ کی کمر نہیں بنی خدا بار۔"

"آپ کے قریب کے خائف ان شاندار جواب
وہ دیکھتی نہ دے پایا، اسے پہلے کہ وہ ہاتھ دلا تھا
میں اور بھائی نے اس کے ساتھ ہونہر تھا، اسے
شکر ہے کہ اسے دیکھتے ہی کیا تھی، صبا
کہا تو آواز ہونہر ہو رہے تھے جناب۔"

کا قلاب سولیکھڑے سیران بی تھا کر حریم کے تو
تکڑوں میں آگے کی اور سر پہ تھی۔

سیمان کو حیرت کا دھڑکا کھٹکا ڈار اسے
بہن طرہ کی بات کی تھی، ڈار کی بات پہ راجا
بھی چلے گئی تو وہ الجھ سا گیا، اتنے میں ٹوپی بیگم
حریم کی طرف متوجہ ہو گئیں اور اسے چھوٹے
چھوٹے سوال کرنے لگی۔

وہ پوری طرح اس میں دلچسپی لے رہی تھی،
رعنا بھی درمیان میں ہوتی رہی تھی، ابھر حریم دل
میں عہد کر چکی تھی کہ کل بر حال میں گھر جائے گی،
تایا کے رشتہ داروں کا میل ہوتا رہی اور لڑائی دھڑکی
اسے مطمئن نہیں ہو رہی تھی پتہ نہیں کہیں دلچسپی لے
رہی تھیں یہ خواتین؟

.....
کنا اندھروں کے دیکھ کر انجانوں کے دیکھ

جب برا نشی مقدور کی چالوں کے دیکھ
بہن کی آنکھیں نہیں دے نہ بد میں کبھی
جان جائیں اگر آنکھ والوں کے دیکھ
پیری منزل کہیں ہم سفر ہے کدھر
مار ڈالیں گے اب ان سوالوں کے دیکھ
پیری سوچوں کے چلتے ہوئے دشت سے
پھینک لے آ کے اپنے خیالوں کے دیکھ
چند بدی رہی جس آن پھر تشریف لایا تھا انور
گیلانی نے بالآخر حوصلہ اٹھا، جواب دے ہی دیا
تھا جس پہ اس کی ہاتھیں لگی جارہی تھی وہ تو ہاتھوں
جھٹنے سے قریب تھا اب انور گیلانی نے اسے
خوبی سنائی۔

چند بدی رہی رہی نے ابتدا سے ہی بھائی لیا
تھا کہ انور گیلانی بھر بہ کار بڑی سن سے اور
بکروار میں ہے رہے ہوتے والے انتصانات
نے اسے قریب آدھ سوا کر چھوڑا ہے ایسے میں اگر
اسے کوئی بڑی آفر کی جاتی تو اس کے حالات
میان سے بہت ہو سکتے تھے، انیس کے اندر ہی وہ اپنی
ان مہربانوں اور لڑائیوں کا مسئلہ مانگا حوصلہ پاس
تھا، ایک پارلی میں چند بدی رہی کی انور گیلانی
سے ملاقات ہوئی تھی۔

چند بدی رہی میں یہ عمل آہار کا رہنے والا تھا،
بدی رہی رہی تھا، کافی عرصہ دوشی میں بھی رہا
ابھی تک شادی نہیں کی تھی، کاروبار کا اسے کوئی
خاص تجربہ نہیں تھا مگر انور گیلانی کے لئے وہ
نرمایہ فراہم کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا اس
مہربانی نے ان کا دل جیت لیا، مستقبل قریب میں
چند بدی رہی رہی سے اور بھی ہماری فوائد حاصل
کئے جاسکتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بے لفاظی میں
جب چند بدی رہی رہی نے شادی کی خواہش کا
اظہار کیا تو ان کے ذہن میں من اور حریم کا نام
آیا، صبا تعلیم سے فارغ ہو چکی تھی اور حریم کی
تکال چند بدی رہی تھی۔

انور گیلانی نے انصاری کی اپنا کر دی۔

"چند بدی رہی صاحب آپ ڈیر میری بیٹی سے
شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو میں اسے
اپنی خوش کستی سمجھوں گا۔" اندھا پنا ہے وہ
آنکھیں، لہذا چند بدی رہی نے بیٹھ ان کی بیٹی کو
دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، بیس دو دن کے سفر
تک پہنچا۔

کمر تر و تارہ زمانے کی چالانیوں سے ما
آٹھا صبا بھی نظر میں ہی چند بدی رہی رہی کو پسند آ
گئی، وہ شادیت خوش پہ شادی کرنا چاہتا تھا، اور
انور گیلانی اس کے احسانات سے بے پروا
تھے خوش ہو گئے، لی انیس انہوں نے گھر میں اس
بہت کا ذکر نہیں کیا تھا، بالائی بالا وہ سارے
محامات ملنے کرنا چاہتے تھے، ویسے بھی لہ میں
کسی میں اتنی بہت تھی جو ان کے آگے اٹھ
کرتے۔

چند بدی رہی رہی بہت تیار دیکھا آیا تھا، دوسری
بار اس کے ساتھ دھڑکیں بھی جھپٹیں اس نے اپنی
خاندان اور پھوپھی کے ساتھ تعارف کرایا تھا قبول اس
کے گزرتا اس کے خاندان میں اور کوئی نہیں ہے
پس یہی وہ رشتہ دار خواتین ہیں، تب انور گیلانی
نے دونوں بیٹیوں کو چند بدی رہی رہی کے بارے
میں بتایا، دونوں بھائیوں کو، جنہوں نے باور
تھا کہ اس شادی سے انہیں بہت فائدہ ہوگا، انیس
کیا اعتراض ہو سکتا تھا، ویسے بھی وہ شروع سے
بپ کے زیادہ قریب تھے اور ان معاملات سے
دونوں کو زیادہ دلچسپی نہیں تھی گھر میں بہنوں کے
وجود کا ہونا نہ ہوتا ان کے لئے برا یہ تھا، دوسرے
انتظام میں بے کسی کی انسانی صفت ان میں موجود
تھی کیونکہ چند بدی رہی رہی کے باہر میں کسی
نے بھی چھان بین کی ضرورت نہیں تھی، شہر ذرا
بہت خوش تھا چند بدی رہی رہی نے ایک نئی فیکٹری
بلڈ ہی لگنے کا وعدہ کیا تھا جس میں شہر اڑھائی
پانچ ہوتا، چنانچہ ان ساری باتوں کو مد نظر رکھتے
ہوئے چند بدی رہی رہی کو ہاں کہہوا، ایسی تھی جس پر

اسی سے رہی خود پہ تیری کی مہلت یا تھی اور صبا کو
بھی آج ہی رات چلا تھی، حریف تو کم ختم بھی ان تینوں
ہاں بیویوں کی کیفیت کسی طرح بھی ایک دوسرے
سے مختلف نہیں تھی۔

چالیس سال سے زائد چوہدری ریاض عمر
میں سے دسے سے بھی زیادہ تھا، سا بولا پکا رنگ
چہرے پہ سخت اور بے تاثرات لئے مضبوط ذیل
ذول کا مالک چوہدری ریاض کسی طرح بھی صبا
کے جوڑ کا نہیں تھا۔

آمنہ کو خوش بھی سی تھی کہ انور صاحب ابن
کے مجازی خدا کیلئے سے بدل گئے ہیں اور جب وہ
سمجھائے گی تو سمجھ جائیں گے اور صبا کے رشتے
سے انکار بردیں گے، کیونکہ اس رشتے سے انکار
کی ان کے پاس بہت مضبوط وجوہات تھیں، لہذا
اسی بات کو بنیاد بنا کر جب اس نے شوہر سے
بات کی تو ان کا پارا پالی ہو گیا مگر جلد ہی انہوں
نے اندرونی حالت پہ قابو پانیا اور بظاہر ہرگز سے
گویا ہوئے۔

میں نے چوہدری ریاض کو زبان دے دی
ہے اور مرد کی زبان ایک ہوئی ہے، عمر کی زیادہ
ہے ماں اور کوئی خرابی نہیں ہے، صبا بہت آرام
سے رہے گی وہاں، چوہدری ریاض بہت تھی اور
کھلے دل کا ہے میرا کاروبار ملل تاد ہو چکا تھا وہ
اگر آگے بڑھے کر میری بددینہ کرے تو آج ہم فٹ
پانچ سو روپے بیٹھے ہوتے، یہ تو بڑا الکی ہے چوہدری
ریاض کی کہ اس نے اپنے منہ سے شادی کی
خواتین کا اظہار کیا ورنہ ان سے جس کو کر کیوں کی
کیا تھی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بھی بہت
خوش قسمت ہے جو چوہدری ریاض نے اسے پسند
کر لیا۔ آئندہ دکھ اور صدمے کے لئے یہ جتنے
تاثرات سے اپنے مجازی خدا کو دیکھ رہی تھی،
اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ صبا خوش قسمت ہے کہ
بد قسمت یہ تو اسے پتہ تھا کہ وہ احتجاج نہیں کر
سکتی، کرنی تو پکار تھا یہ خدا انور کیلئے کے آگے

شادی تو ہوئی نہیں تھی۔

چوہدری ریاض کی طرف سے وہی دو
عورتیں اور دوسرا آگے صبا کو اپنی بیٹیا سمجھتے تھے،
صبا کی طرف سے چچا تایا کی بیٹی اور چچہ اور قریبی
رشتہ دار شریک ہوئے، رحمت گیلانی اور قادر
گیلانی کو بھائی نے دو دن پہلے صبا کے رشتے کے
طے ہونے کا بتایا تھا آج انہوں نے نذر کے لئے ہزار
چوہدری ریاض کو دیکھا تھا اور دل میں سخت فحش
کیا تھا، انہیں دلی طور پہ اپنے اس چچہ سے بھائی
کی بیٹیاں پسند تھیں، فری انہیں بہت اچھی لگی تھی
مگر خاسرا اور ندیمان دونوں نہیں مانتے تھے، آج صبا
کے ہونے والے شوہر کو دیکھ کر انہیں انور گیلانی پہ
بے تحاشہ غصہ آیا، غالب بیگم نے اشارے سے
انہیں خاموش رہنے کو کہا، انور گیلانی کی سخت
طبیعت سے سب ان وقت تھے، رحمت گیلانی
انہیں کچھ کہنا چاہتے تھے مگر عالیہ الہی کی شرمیک
حیات نے روک دیا وہاں ہوتے یہ کسی قسم کی
بے عزتی نہیں چاہتی تھی۔

چوہدری ریاض کی طرف سے صبا کے لئے
میں نے ہونے کے بھاری سیٹ اور قیمتی ہوت
آئے تھے، دیگر عورتوں کی طرح آئندہ خوش نہیں
تھی نہ جانے کیوں اس کا دل کبر ہا تھا کہ صبا کو
قربان گاہ کی طرف لئے جایا جا رہا ہے، شرم
بانائے تم وہ لب بھی نہیں کھول سکتی تھی۔

صبا کو پٹ بدلنے لینی ہوئی تھی، پاس ہی
فری اور حریم تھیں، آج کافی عرصے بعد فری
رہنے کے ارادے سے آئی تھی، اب صبا کی شادی
میں کچھ ہی دن باقی تھے، چوہدری ریاض نے
جینز کے نام پہ تنکا بھی لینے سے منع کر دیا تھا، ہاں
صبا کی پسند کی چیزوں کی شاپنگ کے لئے اس
نے انور صاحب کو بھاری رقم کا چیک دیا تھا۔

جب سے شادی ہوئی تھی، صبا چپ چاپ

رہنے لگی تھی، اس حالت کو دیکھ کر حریم کے اندر
بایا غیاثہ جذبات اور بھی شدت سے پروش پانے
لگے تھے۔

وہ دل سے چاہتی تھی کہ صبا بھاوت کر دے
مگر اسے تو چپ کیا تک کی تھی اور فری کا بھی
بھائی جان تھا برسوں کی پیہر نظر آ رہی تھی، جی دیر
سے وہ تینوں اپنی اپنی جگہ پہنچے سوچ رہی تھیں، صبا
کا حسد یواری کی طرف تھا اس لئے اس کے تاثرات
نظر نہیں آ رہے تھے۔

صبا کیا تم اس رشتے سے خوش ہو۔۔۔ سب
کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے یہ سوال کر دیا جو
بے خاصا بے رحمانہ سمجھا تھا۔

ہاں میں خوش ہوں، ناخوش ہونے کی
کون وجہ نہیں ہے۔۔۔ حسد ہی صبا دل کے درو پہ
قائم ہوتے ہوئے بظاہر عام سے بنداز میں یوں مگر
خوش نہیں رہ سکتی۔

مگر میں خوش نہیں ہوں، میں نے پسند
چوہدری ریاض، اب اسے عقائد کے لئے مجھیں
استعمال کر رہے ہیں میں بھی۔۔۔ اسے پہلے کہ
وہ کچھ اور بتی صبا نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔
"تو بھاری یہ جذباتیت سب کو لئے کر دوب
پائے گی۔"

سب شرم مجھے پروا نہیں ہے۔۔۔ اس کی
جگہ تھیں شدید جذبات کی وجہ سے سرخ ہو
گئی تھی۔

حریم مجھے تم سے خوف آتا ہے ہم میں
کون نہیں ہوتا تو تم کیوں شرم کر رہی ہو، بھاری
سخت ہی ایسی ہے۔۔۔ یہ فری تھی، حریم کی
جگہ تھی۔

"کیوں یہ دلی قسمت ایسی سے انہی عرصے
میں آئی کی شادی ہوئی ہے ذرا کی ہوئی ہوئی
جہاں کی قسمت ایسی کیوں نہیں ہے؟" اس
رحمت تایا اور قادر کی چچا کی زبانوں
پر ادبوں کے نام لئے، فری نے سے بے بسی

سے دیکھ کر رہی تھی، اب اگر اس کی یہ باتیں سن
لیتے تو مارنے میں ایک منٹ بھی نہ دیکھتے، پتہ
تھیں کہ اس نے چاہی تھی تریبہ، وہ سب تو مبارک
شا کر بھی اپنی اپنی قسمتوں پہ اور یہ قسمت کو خاطر
میں ہی نہیں بلکہ رات بھی صبا چادر منہ پہ ڈالنے پہ
آؤز ووری تھی۔

زندگی ایک مزاج ٹھہری ہے
شر بھڑکا کا عذاب ٹھہری ہے
اب دنیا جو دن کو دیکھتی ہے
رات چڑتے ہی خواب ٹھہری ہے
آنکھ میں بھوپ اب رہی ہے
ذلف برہم حجاب ٹھہری ہے
اک ریت نے اگلے ہیں کگلے
ایک مشکل حجاب ٹھہری ہے
دل بیمار ہے خون کا بریا
کچھ جس پہ حجاب ٹھہری ہے
آب کے دستار کا سوال آیا ہے
اب کے گردن جواب ٹھہری ہے

رعنا اور ثور میر رحمت گیلانی کے گھر پہنچی ہوئی
تھی، سچ کی شادی میں رعنا نے انہیں ایک بڑی
دکھائی تھی کہ یہ سلیمان کو پسند آتی ہے، تب تو
بھی نہیں جانتی تھی زیادہ، اتفاق سے ثور میر پہنچے تو
بھی وہ بڑی بھائی، جانے اس کی سنجیدگی بھائی تھی
کہ آ میری، سلیمان کے فرشتوں کو بھی شہر نہیں
تھی کہ عالیہ پہنچنے کے گھر نما اور بھائی کیوں اور
کس مقصد سے تھی ہیں، بات سرف اتی تھی کہ
سمن کی شادی میں ایسے ہی سلیمان نے زارا سے
پوچھ لیا کہ یہ بڑی کون سے دیکھنے کیا تھی کہ اسی
وقت رعنا کچھ بھی کو رنگ آمیزی کے ساتھ آیا اور وہ
بھی کھنگ کی کہ دل میں کچھ گناہ ہے، فری نے
خیال میں سمن کی پواس بری نہیں تھی، سمن کی
شادی کے دوران وہ دیکھے تھے انداز میں سلیمان
کو چھوڑی رہی جنہیں اپنی میں کچھ بات نہ تھی

سے اس نے خوب انجوائے کیا۔
 ہوتے ہوئے یہ بات تو میرے جسم کے کان
 تک پہنچی، اب وہ تنہا بیٹے سے بیٹے کی شادی کے
 بارے میں سوچ رہی تھی، انہوں نے شوہر سے
 ذکر کیا تو انہوں نے ہال ان کے کورٹ میں والی
 دی، شجاع بڑا بیٹا جو کہ ڈاکٹر تھا وہ بھی سلیمان کی
 پسند کے حق میں تھا، اس کو خبر ہی نہیں تھا کہ بالائی
 بالائی ہر دو مٹ کریم کے حق میں ہیں۔
 چھپو کے جبر سے وہ پس آکر انہوں نے یہ
 خوشخبری سلیمان کو سنائی تو اسے کچھ آنے والے انداز
 میں وہ انہیں دیکھنے لگا۔
 ”کیوں خوشی سے بہت بن گئے ہو۔“ رحمت
 نے پوچھا۔
 ”میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔“
 ”مجھ چاہئے کہ بہت جلدی۔“ رحمت نے شریر
 نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ کچھ حیران رہا کہ اس
 چاہا آیا۔
 ”یہاں بھی کیا کہہ رہی ہیں مہا؟“ اس نے اس
 صاف بات کو دیکھ کر دیکھ کر اس کے غور سے اس کا
 چہرہ دیکھا۔
 ”باب میں آج تمہاری پھوپھی کی طرف تھی
 تھی، اس نے چھپو کے بارے میں بات کر کے جو
 رحمت بھائی کی تھی۔“
 ”سلیمان مجھے جرم بہت اچھی لگی ہے، آج
 کل کی ترکیبوں والی خرابی نہیں ہے اس میں نہ
 فضول شوخی اور شرارت، تمہاری پسند والی بہت
 اچھی ہے۔“ آخر میں انہوں نے شرارت سے
 سلیمان کو بھرا تو وہ تب ہی اٹھا۔
 ”میری پسند؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟“
 ”بھی کچھ ایسی ہی باتیں کر رہی ہیں، میری پسند
 کب سے ہوئی ہے مجھے پسند بھی نہیں کہ لڑکی کو ان
 ہے۔“ وہ دانی بولی رہا تھا اب کہ حیران
 ہونے کی باور تو میری تھی، انہوں نے آواز سے
 گرجنا کو بولایا۔

”سلیمان کہہ رہا ہے کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں
 کہ کون سی لڑکی ہے۔“ وہ پریشان کی لگت رہی
 تھی۔
 ”مجھے تو زار آنے لگا تھا کہ سلیمان اس کی
 مقررین خرم میں انہوں سے رہا ہے۔“ تو میرے
 کے پوچھنے پر اس نے سب چھوڑ دیا، اب
 سلیمان سر پکڑے بیٹھا تھا۔
 ”مجھ سے آپ لوگ پوچھو لیتے ڈاکٹر کی
 پھوپھی کے گھر پہنچ گئے آپ کو اب ذرا سی بات کا
 افسانہ بنا دیا حد ہوئی سے حماقت ہی، آپ اس
 دیں پھوپھی کو۔“ سلیمان کا انداز دو ایک اور سہ
 ٹپ تھا۔

”تو میرے ایک بھنے بعد غائب کی طرف
 پتہ لگا دیا، وہ زمان میں کچھ ایسی منسوفیات آ کر
 آئی کہ جانے کے باوجود بھی وہ نہ لڑکی، اب
 رحمت کی سے خدا کو یاد رہی تھی کہ یہ ایک
 تھی، یہی وجہ ہے ہوا ہے وہ وہی تھی کہ رحمت
 سے دیکھا کہ نہیں ہے۔“ انہوں نے پوری بات
 غائب کو بتادی، اب وہ پریشان تھی کیونکہ اس
 رحمت کی لائی سے ذکر کیا تھا کہ تو میرے بھائی
 بیٹے سلیمان کے لئے جرم کو مانگ رہی ہیں،
 اور عدالت کی شادی میں وہ انہیں پسند آنی سے
 ”سلیمان نے خود اپنی پسند کا اظہار کیا ہے۔ وہ
 پتا خوش ہوئے کہ کچھ سلیمان انہیں دل سے
 تھا، بہت سے والدین کی نظر میں اس پر ہی
 رہتا ہوا تو حیران تھے اس کی اچھی اور دلچسپی
 تھی غائب کا بھتیجا تھا کسی رخصت کے کا اعلان
 تھا حاضر یا عدالت میں سے کسی نے پتہ لگا
 سے شادی کرنا پسند نہیں کیا تو کیا ہوا سلیمان
 ذریعے ان کی یہ خواہش پوری ہو رہی تھی۔
 گمانی نے پہلے جو دوا دے دی تھی ان میں
 کوئی بھی نہیں پسند نہیں تھا، لیکن کچھ
 نے اپنے اندر کی طاقتوں کی ان کو اور بہتر

آپ نے کون سا میری کسی بیٹی کو بولایا ہے تو
 وہ پھر کیا جواب دیتے، چاہئے کہ اپنی طرف سے
 انہوں نے پوری کوشش کی تھی۔
 اب غائب نے سلیمان والی خوشخبری سنائی تو
 انہوں نے اس وقت ان کو کوئی کیا، اسے تو بات
 نہ ہوئی مگر آئندہ انہوں نے پتا دیا۔
 ”تمہ کو ان پر پورا اعتماد تھا، رحمت کی لائی کا
 رویہ ان کے ساتھ بڑے بھائی دانا تھا اب جو
 انہوں نے خرم کے لئے کرنا تھا تو انہیں یقین
 تھا کہ جو لڑکی انہوں نے پسند کیا ہے وہ اچھا ہی ہو
 گی، یہی بار اتنے دنوں کے بعد انہوں نے خود کو
 ”رحمت کی حسوس یا برہنہ جب سے صبا کی بات کے
 ہوئی وہ بہتر سے ہی لگتے رہے تھے۔“

”رحمت بھائی آپ کب لائے ہیں ان
 کو؟“ وہ اپنی حالت میں بھی جیسے ذرا سی دیر
 میں تو جانے کیا ہو جانے کا۔
 ”اصل میں وہ اور گیلی کے آرمیڈ فیملیوں
 کے لئے لائی گئی تھی اور پھر وہی لائی گئی
 تھی، یہی لڑکی تھی کہ اب صبا کے لئے اس
 لئے جو یہی لڑکی کے چھوڑی رہا تھا اس پر
 وہ احتجاج بھی نہ کر پاتی تھی، اگر قسمت سے خرم
 کے لئے کوئی اچھا رشتہ آیا تھا تو وہ اسے ہاتھ سے
 چھوڑنا نہیں چاہتی تھی، اسے یقین تھا کہ انور کی لائی
 رحمت بھائی کو انکار نہیں کر سکیں گے، سلیمان کے
 والدین اور انہیں کو وہ خود بھی جانتے تھے اور انکار
 کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی، اس بات پر وہ
 یقین تھی، رحمت بھائی نے جلد ہی اسے کو کہا

”سب باتیں غائب کے سامنے ہی تو ہوئی
 اب تو میرے بھائی کے سامنے وہ متکرمی نہیں
 ہے۔“
 ”میں رحمت کو کیا جواب دوں گی وہ تو آئندہ
 اور انور بھائی سے بھی کہے ہیں اب وہ
 آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب باقاعدہ

خود پہ آئے رشتہ ڈالیں گے۔“
 ”تو بہت برا ہوا ہے خیر میں بوجھ کر کہتی
 ہوں۔“ تو میرے دلاسہ دیا۔
 ”بھائی جرم بہت اچھی لڑکی ہے، رحمت نے
 اپنے بھائی کی چاہداریاں بھی بہت پسند ہیں ان
 عامر یا عدنان میں سے کوئی مان، جتنا تو آج کوئی
 نہ کوئی ہماری رہو ہوئی لیکن دونوں نے انکار کر دیا
 کہ انور پچاسے بیٹیوں میں اپنی اولاد کی پرورش کی
 ہے اور بے جا روک ٹوک اور پابندیوں نے ان
 کی اصل شخصیت کو مٹ کر دیا ہے وہ اعتماد سے
 غاری ہوئی ہوئی تھی کسی لڑکی سے شادی نہیں کر
 سکتے، یہی وجہ تھی انکار کی، ورنہ فری اور سب کچھ
 بھی پسند تھی، مگر یہاں بھی لائی لائی آپ جانتی ہیں
 اپنے فیصلے خود کرتی ہے پھر میں اور رحمت بھی
 اولاد پر اپنی مرضی بھروسے کے قائل نہیں ہیں۔“
 ”مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جرم
 بہت ہی اچھی لڑکی ہے شادی میں آپ نے خود
 اسے دیکھا ہے، عادت و اطوار چاہے کچھ الگ ہو
 بات چیت میں کوئی بھی عیادت نہیں ہے نہ
 آج کل کی لڑکیاں والی بے ہاشمی و شرارت
 ہے، آپ اچھی طرح سوچیں بات رحمت سے
 جرم کی لائی تک پہنچ گئی ہے، میری پریشانی آپ
 کے سامنے ہے، اگر اب اس مرحلے پر کوئی ایسی
 ایسی بات ہوئی تو رحمت جانے میرے اور آپ
 کے بارے میں کیا سوچیں گی؟“ غائب اس کے لئے
 سوچوں کے بہت سے دروازے کھلیں۔
 ”پھر سوچیں بھئی جان، یہ کیا نہیں کا کام
 ہوگا؟“ منہ بھی تو ابھی سے اتنا خوش ہیں۔“ وہ
 محسوس انداز میں تو میرے کو جذباتی ٹیک دے رہی
 تھی، ورنہ حقیقتاً دل میں وہ بہت پریشان تھی۔
 اس انکار سے رحمت نے سوچے گا؟ پتہ نہیں کے
 بھائی اور بھائی کے بارے میں اس کی سوچ پہلے
 کی طرح نہیں رہے گی، وہ دل سے دعا کر رہی تھی
 کہ بات من جائے اور سلیمان مان جائے، تو میرے

استہلال دے کر پھرتی تھی۔

ایک دفعہ بعد عبا کی شادی تھی، مگر گھر میں وہ خوشی نہ گنجانے وہ بڑا گھٹیا نظر نہیں آ رہا تھا جو شادی والے گھر کا خاصہ ہوتا ہے چودہ رات کی ریاض سے کہا تھا کہ وہ سادی سے بارہا آئے گا اور اس کی طرف سے آجھ وہ لوگ ہی ہوں گے، مگر انور گیلانی نے خاص خاص سب دوست اصحاب کو دعوت نامہ پہنچا دیا تھا، اپنی دانست میں انہوں نے بہت امیر اور باریک و بالا کو چنا تھا اور یہی چیز وہ اپنے جاننے والوں کو دکھانا چاہتے تھے، چنانچہ یہی وہ تھے۔ انہوں نے چودہ رات کی ریاض کے دیے گئے پیسوں سے بڑھ چڑھ کر انعام کیے تھے۔

ٹومس نے معید صاحب کو بھی ہموار کیا تھا۔ آخر کہیں نہ کہیں ہم نے سلیمان کی شادی کرنی ہی ہے تو کیوں نہ خریم سے ہی ہو جائے، جو گھر بھی زور نے ہم سب کے دل میں ڈال دیا ہے۔ ایک خوبصورت بندہ جس میں بھی تو بدل سکتے ہیں۔ سلیمان بھی پاس بیٹھا سن رہا تھا۔

مگر مرزا ان خریم خریم صاحبہ کو میں نے اس فکر سے نہیں دیکھا اس شخص سے تو کیا میں نے غور سے ہی نہیں دیکھا اور آپ ہیں کہ بڑا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس نے شکایتی لہجہ سے کہا: مگر وہ کیا۔

ان کے ماحول اور عادات کا بھی اندازہ لگایا۔

”ٹھیک ہے پاپا۔“ اس نے جان چھڑا کر کہا۔

”غائب کا فون آیا تھا کہ مایوں یہ انور آ رہا۔“ ٹومس نے معید کو یاد دہانی کروائی۔

”سلیمان اور مرزا کو لے جانا میں بارہا کرتا ہوں۔“

”پاپا کیا مجھے اپنا فیصلہ سناتے ہیں آزادانہ دینے کے آپ۔“ سلیمان نے سوال کر کے ماحول تنبیہ کر دیا۔

”میں فیصلہ کرنے کی پوری آزادی ہوتی ہے۔“

”کیسی ہو جی میں کافی دیر سے تمہیں تلاش کر رہی تھی۔“ ان کا اشتقاق اور پر خلوص رویہ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا، نہ خیر اس نے بھی خیر خیریت پوچھی، اس نے ظاہری مسکراہٹ پر ہنسنے کی بجائے ہنسی کی، اس نے میں زارا اور حسن بھی ادھر آئیں، ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوئی، خریم معذرت کر کے کسی کام سے اندر چلی گئی، سلیمان کی نظریں ان کی طرف نہیں۔

”پاپا میں تو محترمہ اپنی خاصی ہیں مگر بد اخلاق ہیں۔“ اس کا گزشتہ رویہ یاد کر کے سلیمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی، ٹومس بھی بڑی محبت سے جھگڑے گا خریم سے لیکن جس نے شرارتی زارا کی کھانسی دکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، اب سلیمان بھی نہ صرف ان کے شرارتی فقرہوں کا جواب دے رہا تھا بلکہ اس صورت حال کو نچوڑنے بھی لگا رہا تھا۔

”میں زارا کو بہت تیار ہو کر آئی تھی، تمہارا نام شروع ہو گئے تھے، مگر میرے کمرے میں لے آئی، فری مہمانوں کے ساتھ گئی تھی۔“

”تم اس شادی سے انکار کر دو۔“ خریم بہت پریشان اور متعجب لگ رہی تھی۔

”کیسے انکار کر دوں۔“ جواب دینا پچھل سی مسکراہٹ سمیت ہوئی تو وہ بتا دیا کہ مرزا۔

”جیسے اور لڑکیاں کرتی ہیں، ہمارے مذہب نے ہمیں یہ حق دیا ہے، کل تیار رحمت اور امی کی باتیں میں نے سنی ہیں وہ اس رشتے پہ مطمئن نہیں ہیں۔“ چودہ رات کی ریاض کے ہانے میں پچھ پائیں انہوں نے سنی ہیں وہ امی کے ساتھ بیٹھ رہے تھے۔

”میں نہیں چاہتی کہ مرزا آپ جیسا حال ہو۔“ شدت جذب سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”میں انکار نہیں کر سکتی خریم۔“

”کیوں؟“ وہ بھی ہی تو پڑی۔

”کیونکہ اسے خریم نے بعد ابو نے مجھے بتایا کہ مریم سے لگایا ہے، میری برہمن کی محرمیوں کا بدوا ہو گیا ہے وہ مجھے آج نہیں کودنے کو بولیں تو میں مای نہیں کروں گی ابو کی اس محبت کے بدلے میری جان بھی قربان ہے، ہم میری اس بے انداز خوشی کا احساس تک نہیں کر سکتی جو ابو نے بتی کہہ کر مجھے دیا ہے، انہوں نے مجھے سینے سے لگایا، ان کی گود میں غرق کر دیں برہمنوں کے دیکھ بھول گئی ہوں، بھلا میں کیسے انکار کر دوں میں نہیں کر سکتی اور تم بھی اس طرح کی بات نہ کرو کسی نے سنی تو قیامت آجائے گی۔“

”صبا! اسے سمجھانے کی۔“

”مہربان اور قیامت کیا آئے گی جو آپ ہی آگئی ہے میں تمہاری جگہ ہوتی تو گھر سے بھاگ جاتی۔“ وہ اپنی باتوں میں اتنی مگن تھا کہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے انور گیلانی نے آئے گی بھی خبر بھی نہ ہوئی اس کو عبا کا چہرہ ایسا تک ہی جیسے پیلا پڑ گیا، انور گیلانی ان کے پاس کھڑے تھے۔

”صبا کو پال میں نے تو مہمان آ گئے ہیں۔“ ان کا لہجہ آواز نہ ملتا ہی تھا، شاید انہوں نے خریم کی باتیں نہیں سنی تھیں ورنہ اسے سنیں میں نہ ہوتے، صبا نے گھر کا سامن لی، خریم بھی متعجب لگ رہی تھی۔

”صبا کی رخصتی کے نام خریم و عبا روتی، امی زیادہ کہ مرزا کو دور سا پڑ گیا اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا، اپنے سہارے کو اب بھی تھے مرزا کی بیٹی کر رہی تھی اور جانے کیا چہرہ بول رہی تھی۔“

”انفال سے شجاعت بھی آیا تھا، آخر مرزا نے کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا، اس نے مرزا کو دندوں سے جانے کو کہا، میں چار خواہشیں نے بخش دی تھیں کہ وہ

نہ کہ اندر پہنچا۔

ادھر باہر خریم صبا سے لینے رو رہی تھی، انور
گھیلانی نے زبردستی اسے صبا سے الگ کیا، ان کی
رفتہ میں غصہ تھا۔

”تم اندر چلو تمنا شامیت بناؤ صبا رخصت ہو
کر جا رہی ہے کوئی جنازہ نہیں جا رہا اس کا۔“
انہوں نے وہ سب اتنی آہستہ آواز میں کہا کہ خریم
کے علاوہ کوئی اور سن بھی نہ سکا، انور گھیلانی کے غصہ
خفہ سے سب جھنجھکی رہی تھی۔

ظہر رو رہی ہے سفر تھک گیا
دوستے دوستے بھرتے تھک گیا
جواہر سے پلے خیر تھک گیا
قیامت سے پہلے سفر تھک گیا
شر کو تھک گیا تھک گیا
ہوا تھک گیا ہے سفر تھک گیا
مہرنگ ہو نہیں جاسے کی شامت
نیرا صبر سارا ادھر تھک گیا
اندھیروں سے پلے سوا گئی چراغ
اجالوں سے پہلے سفر تھک گیا
وزن سے گھٹ رہی کی صدا
مری ہر دغا کا اثر تھک گیا

جو بددی رہا جس نے ولیمہ گھر پہنچا کیا تھا اور
مہمانوں کے نام یہ بھی پانچ افراد تھے اس کے
خبردار دھرم سے انور گھیلانی سمیت ان کے دونوں
بھائی بھی تھے، شادی میں بارہات کے ساتھ
بھی جو بددی رہا جس کی طرف سے کل نو افراد
آئے تھے اور آج بھی بوجھ ایسا ہی حال تھا رخصت
اور فاروق دونوں بھائی بوجھ منظر سے گئے جانے لے
تے، بیمار اڑتھا۔

فری آج نہیں آئی تھی کل جیسا کہ رخصتی کے
بعد وہ گھر چلی گئی تھی، صبر خریم آئی تھی، منزوہ گھر
چلی، انور گھیلانی نے اسے ساتھ لے جانے سے
منکر کر دیا تھا، کل منزوہ کو سب کے سامنے جو دورہ

پڑا تھا اس کی وجہ سے وہ اپنی بہت خیال کر رہے
تھے، تب ہی تو آج وہ است کرے تین بندہ کرے
پھر سے لاک کر آئے تھے، اندر سے وہ قہقہے رہ
گئی۔

”میری جان بھی نہیں چھوڑتی تیرے پاس
تک آ گیا ہوں تیرے کسی کی آئے ان کی طرف آ
جائے، چاروں اس کی جان چھوڑ دیں میری۔“
وہ وہ ذات کرتے ہوئے ہاتھ پاندوں کا زبرد
دیگر، باتوں میں اندلیں رہے تھے، آمد سن کر بھی
انجان بنی ہوئی تھی اور خریم کا چہرہ دھواں دھواں
ہو رہا تھا۔

گھنٹاں در گھنٹاں ہے اک ہمارے کی بولیں
گمشدہ دست راستوں پر اک ستارے کی تاریں
منزلوں کی بھائی ہیں زندگی کی باتیں
سباخوں کو ڈھونڈتی ہے پھر کڑا سے کی باتیں

فری کچن میں مسروٹ تھی، اس کی منہ تھی
آئی ہوئی تھی، یہ خریم کی اور انور گھیلانی کی بھی
ہوئے تھے، خریم نے بھائی کی شادی اور اس
دیا جانے والا تھی چیز تھا، اسے لانے کے لئے
وہ لوہے اور انور گھیلانی کے ساتھ، خاص طور پر
پھر اور اس کی سانس کل سامع کا رول اور کر رہی
تھی۔

”ذیکھا کتنا زیادہ دھیر رہا ہے اور ایک ایک
چیز پر حیا اور چینی، شادی میں ایک اور غور سے بنا
رہی تھی کہ جو جوڑو وہاں نے پہنا ہے وہ بھی پاپ
کے گھر کے ہے اور کسی طرح بھی وہاں لاکھ سے
بھی کم کا نہیں ہے۔“

”ہم تو دیکھ کے میں مارے گئے تھے کہ
بھاری ہو انور صاحب کی سوتیلی بیوی ہے، اس کا
چیز پس سو سو تھک جیسے پس فری ادا کیا ہو یا سر سے
نہارا ہو، میں بھی کتنی پاگل تھی اسے میرے جیسے
بے کو آگ میں جھونک دیا کیا پتہ تھا کہ ایسا ہو گا
میں سوچتی ہوں دونوں انور صاحب کی زمینیاں

جس نگر اتنا فرق کیوں؟ ایک کو اتنا کچھ دیا اور
دوسری کو نہ دیا، کچھ تو ان میں کچھ کا لگتا ہے
ورنہ دونوں بیویوں کے ساتھ اتنا مختلف سلوک اور
دینے دنانے میں اتنا فرق، ضرور کوئی چکر ہے۔“
اس کی سانس نے ایک نیا ہی شوشہ چھوڑا تو یا سر بھی
متوجہ ہو گیا، کھانا بن چکا تھا، وہ تینوں کو بلائے آئی
تو نور بانو نے باتیں پڑ کر ادھر بھی بٹھا لیا۔

”فری بھائی، انور صاحب نے تمہیں اتنا کد
اور تنہا دھیر کیوں دیا ہے، ہم ایسے بھی گئے
گزر رہے ہیں۔“ ہزار بار کا وہی سوال آج
پھر انہوں نے کیا تو فری کو ردنا آ گیا، انہیں
حقیقت بتا کر وہ پاپ کی بی بیائی عزت اور ساکھ
کو خاک میں نہیں ملانا چاہتی تھی، وہ کچن منہ سے
بھائی کہ شادی کا جوڑا ان کے گھر کا نہیں ہے بلکہ
جو بددی رہا جس کے دینے گئے بیویوں سے خریدا
گیا ہے اور جس قیمتی جہیز نے ان کے سینے میں
پاپ لگوں ہوئی ہے وہ بھی اب اسے اپنے قیدوں

کے نہیں خریدا ہے بلکہ جو بددی رہا جس کی تمہاری
سے، جیسا کہ شادی میں ان کی وجہ سے ایک چیز
بھی نہیں خریدا ہے اور اب بے پناہ فائدہ بھی حاصل
ہوا تھا، تب ہی تو گھر والوں کے ساتھ ان کا رویہ
اچھا تھا، ورنہ اسے پہلے تو وہ انکار سے چبائے
رہتے، صبا رخصت کی دھن بھی تھی، ان کی چاروں
بیویوں میں سے سب سے زیادہ کامیابی، مینی، اس
کی وجہ سے آج وہ وہاں اپنے کاروبار کو بنانے
میں کامیاب ہوئے تھے، پہنچا تھا وہاں جہاں
کیا اور ساتھ بھی بھائی، اگر وہ یہ سب بتا رہی تو
یقیناً نور بانو انور گھیلانی کو آڑے ہاتھوں دیتی اور
اسے بیٹی کا تاج قرار دیتی، اس نے کہا تو اتنا کہ
”اس وقت لڑکا کاروبار کھانے میں جا رہا تھا،
بہت سارے اداروں کے قرضے واجب الادا تھے
کہاں سے وہ اعلیٰ اور قیمتی جہیز کا اتنا مگر ہے۔“
”اب تو تین برس رہا ہے گئے ہاتھوں تم
بھی اپنے جیسے کا محتاج کر دو کیونکہ یا سر بھی دہنا

کاروبار کرنے کی سوچ رہا ہے تو کرنی میں کچھ نہیں
رکھا ہے، کل کو سچے ہوں گے تو ضرور تین دور
خرچے ہوں گے، تو کرنی میں کیا ہے۔“ نور بانو
اب اپنے ابو کو بھی دیکھ لو، اپنے کاروبار سے تو کتنی
گناہی نہیں ہے اور کتنے فحاشات بھارت ہیں، ہر کوئی
جھک کر مانتا ہے، میں تمہارے بھلے کوئی تیرے رہی
ہوں، ویسے بھی تمہیں جو پتہ ہے گا تمہارا ہی، دو جا،
نہیں کوئی لاش نہیں ہے، تم جاؤ اور اپنا حصہ مانو
تا کہ یا سر بھی کچھ کرے۔“ نور بانو کا انداز غلطی
اور دھوکہ تھا، فری کی جھوک ہی ختم ہو گئی تھی۔

حسب توقع سننے ہی انور گھیلانی کٹ پڑے
ہوئے۔

”میرے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور تم
اپنے شوہر کی جمائی بن کر یہاں چلی آئی خوب
سمجھتا ہوں میں تمہاری لاپرواہی فطرت کہ، ایک تنگ
نہیں ہے میرے پاس، جو تمہاری شادی میں
دے دیا، اب میرے پاس دینے کے لئے کچھ
نہیں ہے، واپس چلی جاؤ اور اس نیت سے آمد
میرے گھر قدم نہ رکھنا، کل شک آ گیا ہوں تم
لوگوں سے، بوجھ ہو یا جو میرے سر پہ رکھا، وہ
شادی کے بعد بھی جان نہیں چھوڑ رہی ہو، میں
شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا تمہاری، کہیں دینے
کے لئے میرے پاس کوئی دولت اور جائیداد نہیں
ہے، اتنے عرصہ تمہیں کھلایا پہنایا اب اور کیا مانگی
ہو پو پو؟“ فری کا سر جھکا ہوا تھا اس کے پاس
بولنے کے لئے ایک لفظ نہیں تھا، نہ لانا۔ وہ نہنا
چاہتی تھی کہ۔

”ابو آپ غلط سمجھ رہے ہیں، میں اپنی مرضی
اور خوشی سے نہیں آئی ہوں اور نہ کوئی لاش ہے
میرے دل میں، یا سر کے دین رات کے محتاجوں
سے تنگ آ کر میں آئی ہوں ورنہ اس نیت سے
میرا آنے کو دل بھی نہیں کرتا۔“ صبر سدا کی
ڈر پول اور انور گھیلانی سے خائف فری چنچہ پو

ہی نہ سکی۔

”یقیناً تم نے میرے کاروبار پر نظر لگائی ہو
میرے دو بیٹوں بیٹوں کا ہے، اس کی امید
نہ رکھنا، تم بیٹوں بہنوں کو میں شادی کے سوتے پہ
جو دینا تھا دے چکا ہوں۔“ ان کے انداز میں
کٹ گئی تلواری کی سی، فری کے آنسو اندر ہی اندر
خشک ہو گئے، دانتی پہ اس کی شکل دیکھ کر ہی نور
بانو بھنب گئی کہ کیا جواب ملا جو گناہ پھر بھی انہیں
خوش نہیں کرتی کہ شاید ویسا نہ ہو جیسا وہ سوچ رہی
ہیں، تب ہی تو انہوں نے نور سوالیہ لہجہ دیا۔
”کیا کہا نور صاحب نے؟“ وہ چند سیکنڈ
بے بسی سے انہیں دیکھتی رہی جسے سمجھ نہ آیا ہو
کہ کیا کہے۔

”ابو کے پاس فی الحال کوئی رقم نہیں ہے جو
تمہاری شادی پر دینے والا ہے میں کام آ
گئی۔“ اس کی نظریں زمین میں پوسٹ تھیں،
آنگلی سے آٹھ ملا کر سچ بولنے کی ہمت نہیں تھی اس
میں، مگر سامنے نور بانو اور یاسر تھے، اس کے
جھوٹ کو فوراً پکڑ لیا۔

”مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تمہارے باپ نے
کیا کہا ہوگا۔“ اب وہ نور صاحب کی جگہ اس کا
باپ ہو چکا تھا، نور بانو نے کچھ میں جو مصیبتی
احساس دویا تھا کچھ مٹ کر دیا۔

”یاسر یہاں سے نہیں کچھ نہیں ملے والا
اور شادی کو سال آئے آئے ہے، ابھی تک کس خوش
خبری کے آج نہیں ہیں، بابا سے خاندان میں
شادی کے پہلے سال ہی لڑکی ماں بن جاتی ہے
اور بچہ بھی گود میں ہوتا ہے مگر اس پھر دھڑکی سے
کوئی امید نہیں ہے نکلتے۔“ انہوں نے اب
بڑے آرام سے اسے ہانچ کر اردے دیا تھا، نور
بانو کے دل میں جو آیا ہوئی تھی، یاسر اٹھ کر باہر چلا
گیا، اس کی لڑائی کی کال بھی وہی لڑائی جسے وہ
چاہتا تھا۔

انور گیلانی سے اس کی اتفاقی ملاقات نہ

ہوئی تو آج اس کی لڑائی ہی فری کی جگہ ہوئی،
اب تو وہ بھی پچھتا رہا تھا کہ ناجائز لڑائی میں اپنی
چاہت کو دھوکہ دیا، فری کے ہاتھ پہلے میں وہ زمین کی
کی حرارتوں سے بھرپور اور منور تھی، وہ ابھی تک
اس کے انتظار میں تھا، یاسر کے سوا اس نے کس
سے بھی شادی نہ کرنے کا عہد کر رکھا تھا اور ابھی
تک اس عہد پر قائم تھی، یاسر کا دل کیسے نہ موم
ہوتا، پھر فری میں تھا ہی کیا، شہندی بے جس نے
اسے کوئی فائدہ حاصل ہوا تھا، وہ اب بیوی
سے جان چھڑانے کی سیاق رہا تھا، نور بانو نے
باتوں نے ہی راہ دکھائی تھی اب تک فری کی نور
خانی تھی، نور بانو نے تو کہہ دیا تھا کہ وہ لفظ کہہ کر
فارغ کر دو، مگر اس میں بھی قیامت تھی اور وہ
قیامت فری کا بھاری حق مہر تھا، جو خالق کی
سیورت میں اسے لازمی دینا پڑتا اور یہ وہ سن
صورت نہیں کر سکتا تھا، اگر حق مہر اسے دیتا تو وہ
خود کو دینی کوڑے کو تھما کر ہو جاتا۔

انور گیلانی نے شادی کے سوتے پہ اسے
بیماری کی مہر لکھوایا تھا، اس وقت اس نے خوش
خوشی آمادی دی تھی، اس کے وہم و گمان میں کچھ
نہیں تھا کہ بھی ایسی صورت حال سے بھی واسطہ
پڑے گا ورنہ وہ بھی اتنا حق مہر نہ لکھواتا۔

دوسری سیورت خلع کی کھنکھاتی جھڑپات
رہے تھے کہ فری بھی یوں نہیں کرے گی اس ایک
سال کے دوران اس کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اور
کسی اور کے ساتھ ہوتا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر
بھاگ چکی ہوتی۔

مگر ان سب غیروں کے باوجود فری کو یہ
سہارا ٹھیک لگتا، اسے پتہ تھا باپ کے گھر میں
اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اس کے مقابلے
میں اسے یہ شہ اور جبر منظور تھا، تب ہی نور بانو کا
بڑا وارو یہ وہ برداشت کیے جاتی۔

اب تو اس سنی کے ماحول سے وہاں بیٹا بھی
چرنے لگے تھے کچھ بھی کہہ لو اس پر اثر ہی نہ تھا۔

انور گیلانی کچھ دے دیتا تو شاید فری کو بھڑپا
گھر پا وہ برداشت کر ہی لیتا مگر اب تو کچھ ایسی
امید ہی نہیں تھی، فری کا چہرہ بھی تڑپا تھا کہ ادھر
سے صاف جواب مل گیا ہے ورنہ وہ اتنی مایوس
نہیں اور اس نہ تھی۔

شجاع آج ٹینک سے جلدی آ گیا تھا،
شجاع سعید شیرازی کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس
کے بعد سلیمان تھا جو انجینئرنگ کرنے کے بعد
ایک ملٹی نیشنل فرم میں بہت اچھے عہدے پہ کام کر
رہا تھا، سعید اور نورانیہ کی کل کائنات دی دو بیٹے
تھے، شجاع ڈاکٹر تھا، ڈیڑھ سال پہلے انہوں نے
رہنا سے اس کی شادی کی تھی، اب ان کا چھوٹا سا
بیٹا تھا جو ان سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

سب اس بول رہے تھے تب ہی سعید
شیرازی نے سلیمان کو گھیر لیا۔
”اب تو جواب آپ نے ابھی تک نہیں
اپنے جواب سے آگاہ کیا۔“

”کس جواب سے۔“ وہ صاف انجان بن
گیا، حالانکہ سمجھ تو وہ کیا تھا مگر جان کر انجان بن
گیا۔

”انور گیلانی کی بیٹی کے بارے میں تم نے
ابھی تک نہیں بتایا ہے کہ آیا تم راضی ہو کہ
نہیں۔“ وہ اس کی چال سمجھ گئے تب ہی تو صاف
بات کی، اب سب سلیمان کی طرف دیکھ رہے
تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

”آپ جو مناسب سمجھیں وہی کریں میری
طرف سے اجازت ہے۔“

”تو گویا تمہاری مرضی اس میں شامل نہیں
ہے۔“ شجاع نے بھی گھٹو میں حصہ لیا۔

”ارے میں نے کب ایسا کہا۔“ وہ ہلکا
ہی تو کہتا۔

”تو پھر تمہاری مرضی جو شرکی پسند ہے تمہیں۔“

شجاع شیرازی بچے ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
”نہیں چھوڑیں آپ میری پسند، میں نے من
پاپا کی مرضی کو اولیت دی ہے جو یہ چاہتے ہیں
وہی ہوگا، میری خیر ہے شرکی لڑکا ہوں۔“ شجاع
اور رعنا نے ٹیک وقت کشن اسے دے مارا ہوا ہوا
اس نے پکڑ لیا۔

”دیکھنا میں پہلے ہی کہتی تھی کہ حریہ کو پسند
کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ رعنا خوشی
سے ہر شادی تھی۔

”اور میں ابھی نکلتا ہوں تمہاری مشرقت
جس میں الوینا ہے ہو۔“ شجاع نے اس کے گھٹے
پال آگے سے پکڑ لئے تو وہ اٹھ کر صوفے پر بیٹھ
گیا، اب وہ چاروں مل کر اس کا رپکار ڈانڈا رہے
تھے آخر میں وہ خود بھی ان کے ہاتھ مل گیا۔

”اے خدا میرے گھر کی خوشیوں کو ہمیشہ
سلامت رکھنا۔“ ان سب کو ہتے مسترا تے دیکھ کر
نورانیہ کے دل سے دعا تھی۔

دروازے پہ دستک ہوئی، سلیمان بیٹہ پہ
دراڑی دی دیکھ رہا تھا۔
”آجائیں دروازہ کھلتا ہے۔“ وہ اٹھ کر بیٹھ
گیا، آنے والی رہنا تھی۔

”آئیے بھابھی یہاں بیٹھیں۔“ وہ بیٹہ پہ
پر سے سرک گیا اور اس کے لئے جگہ بنائی۔
”بہن تو گولی کھنکھیں وہ بہن والے سارے
چاؤ اور لاڈ رعنا سے ہی کرتا تھا، وہ بھی اسے بھائی
کی طرح ہی چاہتی۔“

”خیریت بھابھی اس ناختم۔“ اس نے دائیں
کھانگ پہ نگاہ دوڑائی غام طور پہ اس وقت رعنا
اپنے بیڈروم میں ہوئی تھی۔

”ہاں خیریت ہی ہے اصل میں مجھے مرنے
کہا ہے کہ تمہاری مرضی معلوم کروں، میں سمجھ رہی
ہوں کہ۔“

ہے۔ "وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔
 تم پہ کوئی دباؤ نہیں ہے اگر تمہارے دل
 میں کوئی ایسی بات ہے تو بتا دو ہم سلیقے سے انکار
 کر دیں گے اور انور شکل کو اپنی انملکت بھی قیل
 نہیں ہوگی۔" سلیمان نے خاموشی سے پوری
 بات سنی۔

"میں نے کسی دباؤ سے تخت باں نہیں کی
 ہے یہ سچ ہے کہ پہلے میں نے حرم کو اس نظر سے
 گنبد دیکھا تھا مگر بعد میں جب مجھے ہمارے کہا کہ
 اس بارے میں سوچوں تو پھر کچھ کچھ میں نے خود
 کو آمادہ کر لیا ورنہ اسے پہلے میرا کوئی مودا نہیں تھا
 کیونکہ رحمت انکس کے گھر میرا پہلا ناگرا اس کے
 ساتھ کوئی ایسا خوشنوار نہیں تھا جس نے مجھ سے
 آرام سے اسے ہر اخلاق کا نمائش دیا تھا اس کے
 بعد پھر اس نے کسی فی بیو کیا تو مجھے غصہ بھی آیا،
 مگر سچ پوچھیں تو اس کی ہر اخلاقی اس کا مشہور
 کردار ہے بھلا میں اس کا کیا لگتا تھا جو وہ میرے
 ساتھ ادب ادب سے بات کرتی اور شادی میں
 اسے بھول دھندلے روئے دیکھ کر میں نے بڑی
 مشکل سے اپنے اس ارادے سے قابو پایا کہ
 اسے چپ کراؤں۔" سلیمان کی نگاہوں میں وہ
 منظر پھر پوری جزئیات سمیت ابھر آیا۔

"تو تم دل سے راضی ہو۔" رحمت نے تائید
 پائی۔
 "جی بھائی کیونکہ اس میں وہ سب کچھ ہے
 جو کوئی بھی لڑکا اپنی شریک حیات کے لئے سوچ
 سکتا ہے، بلکہ مجھے تو اب وہ اچھی لگنے لگی ہے
 ایماندار کی سے بتا رہا ہوں۔" رحمت اس کے بولنے
 کے دوران دروازے تک پہنچ چکی تھی، اسے پہلے
 کہ وہ پہنچ بھٹا رحمت نے یکدم دروازہ پورا کھول
 دیا، سامنے شجاع کھڑا تھا، وہ ان دونوں کی ساری
 شہزادت بھانپ گیا، شجاع اندر آچکا تھا اور اب وہ
 دونوں بل کر اسے کھن سے مار رہے تھے۔

"مما پایا کے سامنے اداکاری کرتے ہو،
 میں نے بڑی مشکل سے اسے چپ کرائے کے
 ارادے سے قابو پایا، اب تو وہ مجھے اچھی لگنے لگی
 ہے ایماندار کی سے بتا رہا ہوں۔" شجاع اسے
 گدگدی کر رہا تھا۔
 "نہیں کی شادی پہ اتنا بڑی تھی اپنی پر
 جانے کیا حال ہو گا؟" رحمت بہت دور کی کوڑی لائی
 تھی۔

"میں نہیں روئے دوں نکالت۔" سلیمان
 احتیاطی سے بولا تو دونوں نے اسے شرم دلائی۔
 "شرم کرو، ابھی سے اتنی فکر ہو رہی ہے۔"
 "شرم کی کیا بات ہے میرے بولنے والی
 لائق پارٹر ہے وہ۔" اس نے بڑی خوبصورتی
 سے دفاع کیا تو وہ میاں بیوی ایک دوسرے کو
 دیکھ کر رہ گئے۔

"مما پایا کا یہ گرام ہے کہ جلدی میں
 اور کچھ کچھ میں رہیں گے۔" رحمت نے
 بہت نیک خیال ہے۔" سلیمان نے
 بولا تو شجاع نے اسے مصنوعی غصے سے خوبصورت
 میں پیار ہی پیار تھا۔

بدن چار ستارے نیپے ہوئے
 اور جان تمنا کدھر جا رہی ہو
 ذرا پاس آؤ کہ چھین آ جائے
 چوہدری ریاض اپنی بے سوزی آواز میں دس
 بھرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے غنکار رہا تھا۔
 محبت کی یہ انتہا ہو چکی کہ
 مستی میں تم کو خدا کہہ دیا
 زمانہ بھی انصاف کرتا رہے
 خدا جانے میں نے یہ کیا کہہ دیا
 عبا بالوں میں برش کر رہی تھی اور چوہدری
 ریاض کی نظروں کا محور وہی تھی، شادی کو ایک ماہ
 ہو چکا تھا اور اس ایک ماہ کے دوران چوہدری

ریاض نے شہزادی کام کے علاوہ گھر سے باہر کا
 رخ نہیں کیا تھا۔
 نہ جانے کیا بات تھی ہر رخ سرخ آنکھوں
 والے اپنے شریک سفر سے اسے خوف ہی آتا،
 شادی سے پہلے شہزادہ صبر کے بارے میں اس
 نے خواب تو نہیں سنے تھے مگر یہ بھی نہیں چاہا تھا
 جو چوہدری ریاض کی نظروں میں سامنے تھا۔

چوہدری شریک پاراں دیدہ تھے، وہ کم سن اور
 جوان، اتنے بڑے لہر میں ان دونوں اور دو
 ملازموں کے سوا کوئی نہیں تھا، پہلے روز سے ہی
 چوہدری ریاض نے اس پہ اپنا رعب جمایا تھا،
 اس ایک ماہ کے دوران صرف ایک بار وہ نیپے کی
 تھی تب ایو گویا اس کے قدموں میں بچہ بچہ گئے
 تھے۔

"اب تمہارا شوہر اور تمہارا گھر ہی تمہارے
 لئے سب کچھ ہے اس میں دل لگاؤ جو تمہارا شوہر
 کے وہ غرض جان کر کہو، اسے یاد دلاؤ کہ تمہارا
 شوہر کچھ تم سے بہت ساری امیدیں رکھتا ہے۔"
 گھر آنے سے پہلے وہ تاہم اسے یہی سمجھاتے
 رہے، اس حریف پائی کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کا
 موقع ہی نہیں ملا اور وہ گھر کی ابھری کمرہ تھا اور
 چوہدری ریاض تھا اس کی قریب سے اسے
 عجیب سی وحشت ہوئی اور وہ بھٹکے لگا۔

شادی کے بعد اتنے کم عرصے میں اس کا بڑ
 و تازہ چیزاں مرجھانے لگا تھا کھالی رنگت میں وہ
 تازگی اور روشنی باقی نہیں رہی تھی آنکھوں کے گرد
 حلقے پڑ گئے تھے، اس کے پاس مذہب وراثت اور قیمتی
 کپڑوں کا ذخیرہ تھا مگر اب پہننے اور جھنے کو دل ہی
 نہ چاہتا، اس کے بعد چوہدری اسے ان کے گھر بھی
 لے کر نہیں گیا اور نہ ہی کوئی اس طرف سے آیا، یہ
 سب برداشت کرنا کتنا ٹھن تھا کوئی اسکے دل
 سے پوچھتا، وہ سونے کے بھرنے میں قید ہو گئی
 تھی جس کی چابی چوہدری ریاض کے پاس تھی،

اس کی اجازت کے بغیر وہ بڑبڑ نہیں نکلتی تھی۔
 اسیر دشت بلا کا نہ فاجرا کہنا
 تمام پوچھنے والوں کو بس دعا کہیں
 یہ کہنا کہ ہم نے ٹولان میں ذل دی کشتی
 قصور اپنا ہے دریا کو کیا برا کہنا

رحمت گھبراہٹ سے ابھری، وہ غایب ہو گیا تھا
 اور ٹولان اور گھبراہٹ کے گھر آئے تھے رحمت نے
 کئی ہی ٹولان گھر کے اندر کو بتایا تھا آنے کا تو وہ گھر
 پہنچا تھا، آہ بہت محبت سے لی، وہ بہت خوش تھی
 کہ اسے تم حریف کی قسمت تو باقی بہنوں جیسی نہیں
 تھی، عالیہ کا بھائی اور بھائی پر غلوس اور سادہ
 دلی لوگ تھے، بڑے گھرے روشن خیال اور ہمدرد
 گھرانے کے مالک، آمد کی دلی خواہش تھی کہ
 انور یہ رشتہ قبول کر لیں کیونکہ حریف کو بھی یہ شوہر کی
 بڑی دلی کی بحیثیت میں چڑھانا چاہتی تھی۔

رحمت نے ہی سعید اور عالیہ کی آمد کا مدعا
 بیان کیا، اس وقت انہیں بے پناہ خفت کا سامنا
 کرنا پڑا جب انور نے چھوٹے ساتھ ہی کہا کہ
 آپ لوگ تب تک شادی کریں گے کہ اس
 ہو لے یہ سعید شیرازی نے ہی بات کو بڑی
 خوبصورتی سے سنایا۔

"جب آپ اشارہ کریں گے ہم ہر دست
 لے کر آ جائیں گے۔" رحمت کو بہت غصہ آیا
 چھوٹے بھائی یہ کہ اس نے تو یہی طور پر بھی
 سوچنے کی مہلت نہیں مائی اور فوراً شادی کا کہہ دیا
 جیسے جی کوئی بھاری بوجھ ہو اور وہ سر سے اتارنا
 چاہتا ہو، سعید اور ٹولان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو جانے
 کیا سوچتا، رحمت نے کچھ کچھ اپنے بھائی کی
 عادت اور فطرت کے بارے میں پہلے ہی انہیں
 بتا دیا تھا، اس لئے بھی انہوں نے کسی منفی سوچ کو
 دل میں جگہ نہیں دی۔

ان کے دل میں تو یہ بات تھی ہی نہیں کہ

اور صاحب کوئی ایسی بات کریں گے ورنہ وہ انوکھی قول زمانے آتے۔

آمنہ کے ساتھ حریم چائے لے کر آئی تو ٹومپہ گلے لگا کر لی اور سعید صاحب نے اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ بھیرا، اس نے ان کی آمد کو عام مہمانوں کی طرح ہی لیا تھا، دوسرے کئی نے ابھی تک کچھ بتایا نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد چلی گئی تو گفتگو کا سلسلہ وہیں سے شروع ہوا جہاں سے ٹوٹا تھا۔

"میں حریم کی شادی جلدی کرنا چاہتا ہوں اگر آپ لوگ پہلے آجاتے تو میں دونوں بیٹیوں سے بوجہ سے اللہ کا ہوا جاتا۔" رحمت نے اس کی بات پہ بہاؤ دلائے تنگ ٹومپہ اور سعید اس کی بھولی کے بھائی اور بھابی تھے مگر انور کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا کتنے آرام سے بوجہ قرار دے دیا اپنی ذات کو۔

"بھائی صاحب آپ کوئی ذمت رکھ لیں تو گفتگو کر لیتے ہیں آخر ہماری بھی برادری ہے سو لٹے چلے والے ہیں۔" ٹومپہ نے سہاؤ سے بات کی تو انور کے ماتھے کی لکیریں کچھ اور بھی گہری ہو گئیں۔

"گفتگو خوار ہو کر ادا کا خرچہ اور وقت کا نیار ہے میں تو کہتا ہوں کہ آپ جلدی بارات لے لیں۔" ان کی سوتی ایک اسی بات پہ اٹک گئی تھی۔

ٹومپہ اور سعید تو چپے چپے مگر رحمت اور عالیہ ابھی تک ادھر ہی تھیں۔

"انور یہ تم نے آج کس طرح بات کی ہے یہ لوگ پہلی بار آئے تھے، جی کا رشتہ طے کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے تم نے تو حد کر دی ہے اپنے منہ سے اتنی مقرراری کہ کتب بارات نامیں گے، بیٹیاں اتنی ارزاں نہیں ہوتیں، خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔" بھائی کی بات کا انور نے کوئی جواب

نہیں دیا، وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا، سیاہی رخصتی کے دن انہوں نے حریم کی ہاتھیں من لی تھیں، اس وقت مصلحت کے تحت وہ خاموش ہو گئے تھے مگر اب حریم کی بخت کے پرستار نے مہروری سے ورنہ اس نے جہا کو ہم کاتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اچھا ہوا جو رحمت بھائی اور عالیہ بھابی کے ذریعے یہ رشتہ آگیا ورنہ ان کی نظر میں ایک اور رشتہ بھی تھا، وہ بہت از چند حریم کی شادی کر کے اسے اس گھر سے دفعتاً کرنا چاہتے تھے کیونکہ شیراز بھی لڑکی پسند کر چکا تھا اس نے کہا تھا کہ آپ حریم کی شادی کریں میں اس سے بعد اپنی دونوں گھرناؤں کا، سو وہ آج کل اسی سلسلے میں سرگرم تھے۔

ایسی کی بات یہ وہ آنکھیں کھولے دیکھتی رہ گئی، حالانکہ شرم کا قہار تھا کہ وہ مشرقی لڑکی کی مانند سر جھکا لیتی مگر وہ ہنر پرستان کو دیکھتے چاہتے تھے جو اسے یہ بتا کر بہت خوش تھا۔

"ٹومپہ، بہن اور سعید بھائی کو تم بہت اچھی لگی ہو، بہن اور عدنان کی شادی میں تمہیں دیکھا اور پھر پسند کر لیا، رحمت بھائی نے ہمیں پیسے ہی دیا تھا کہ سعید بھائی ہماری حریم کا رشتہ اپنے بیٹے کے نئے ماتنگ رہے ہیں، آج یہ لوگ آئے ان سے پہار اور جاتے سے تمہارا رشتہ مانگا ہے، میں بہت خوش ہوں کہ تمہاری قسمت میری باقی بچیوں جیسی نہ ہو۔" دو برسوں کی بھئی ہارنی شوہر کے چہرے کی چٹکی میں ہنسی عورت و دردی تھی۔

"میری معصوم بیٹیاں اب تک نہیں کر سکتیں، جہا شادی کے بعد صرف ایک بار آئی ہے جب پہلی بار اس کا شوہر اسے یہاں لایا تو یہاں تک رہا تھا جیسے خزانے کا سانپ ہے، میری بھول بن گئی اس کے بعد نہیں آئی، تمہارے باب کو تو کوئی خیال نہیں ہے یوں لگتا ہے جیسے ہر نے اپنی

جی کو فراموش کر دیا ہے، چہرہ دردی ریاض نے اس کے بعد اپنی شکل نہیں دکھائی، دوسری طرف فری کو دیکھتی ہوں تو کچھ بیت کو آتا ہے۔" آمنہ دوپٹے من ڈالے بلک رہی تھی، حریم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہاں کو چپ کر لیتی، بیٹیوں نے صبا کا ذکر چھین کر سست بھی پریشان کر دیا تھا، اس کی سوج اب صبا کی طرف مڑ گئی تھی، وہی طور پہ وہ آج کا اتنا بڑا واقعہ قبول کر رہی تھی۔

"اے صبا کو فون کر کے بلواتے ہیں بلکہ چہرہ دردی ریاض صاحب کو کہتے ہیں اسے کچھ دلوں کے لئے چہرہ دردی طرف چھوڑ دیا میں۔" وہ روئی دھونی آمنہ کا دھیان ہانا چہرہ دردی اور ایسا ہی ہوا آمنہ کے آسور دہن گئے۔

"ناں ٹھیک ہے فون کرو پھر صبا کو۔"

مگر انی صبا کا تو نمبر ہی نہیں ہے میرے پاس، وہ صرف ایک بار آئی اور اتنی جلدی میں کہ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ نمبر لے سکوں۔"

"جلد سے یاد کرو، میں نہیں ہے ابھی کا نمبر مجھے ہمارا نمبر تو اس کے پاس ہے ناں۔" پھر اس نے ہم سے ملنے والے کیوں نہیں کیا؟" آمنہ کی دلیل میں داخل و زلزل تھا۔

"امی ابو کے پاس ہو گا نمبر، وہ واپس آئیں تو ان سے پوچھ رہوں کرتے ہیں صبا کو۔"

"چلو ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں مگر نہ جانے تمہارے امی صاحب واپس آئیں گے۔" وہ ابھی سے انتظار کرنا شروع ہو گئی تھی۔

ابو واپس آئے تو حریم نے ڈرتے ڈرتے جہا کا نمبر مانگا، انہوں نے جواباً اسے قہر آلود بٹھا ہوں سے دیکھا۔

"کیوں چاہیے اس کا نمبر وہ اپنے گھر خوش ہے اسے تنگ نہ کرو۔"

"مگر اب وہی پریشان ہیں اس کی وجہ سے، وہ شادی کے بعد صرف ایک بار آئی ہے مجھے خود

میں کی یاد آ رہی ہے۔" وہ ابو کے سخت سنجے سے پریشان تو ضرور ہوئی مگر بظاہر خود کو مضبوطی سے رکھا۔

"اس عورت کا اور کام ہی کیا ہے سوائے مجھے پریشان کرنے کے، پوری زندگی بونی ٹھیک نہیں دیا اسے شکر کی عورت نے، اپنی محبت کے ساتھ پورے گھر میں ڈال دیا، اوپر سے اسے جیسی چار بیٹیاں پیدا کر دیں میرا امتحان لینے کے لئے پتہ لگیا کب جان چھوڑے گی تم سے۔" حریم کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا، وہ جو صبا کا نمبر لینے آئی تھی بھول ہی گئی اور لڑکھڑاتے قدموں سے سر سے فی دبلیں پار کی، انور کیلانی شروع ہو گئے تھے، یہ جانے بھیر کہ اس ک دن پہ یہ تو زبردستی ہے۔

اگلے دن خود ہی صبا غیر متوقع طور پہ آئی کل سے اس اداس سی حریم بے طرف خوشی پر گئی وہ بہن کی والہانہ محبت سے ملی، اس سر اور چہرے میں صرف دو سال کا فرق تھا اسی وجہ سے دونوں آپس میں دوسرے سے قریب تھیں، صبا ہر بات مانا اپنا فرق نہیں سمجھتی تھی، اسے کچھ تائے بغیر وہ وہی نہیں سکتی تھی لیکن آج جانے کیا ہوا کہ جب حریم نے پوچھا تم اتنی کمزور کمزوری کیوں لگ رہی ہو وہ ڈال گئی، حریم جان کی کہ وہ کچھ بتانے سے گریزاں ہے۔

شادی کے بعد تو لڑکیاں اور بھی نکھر جاتی ہیں مگر صبا کی گھلائی رنگت میں ذریعہاں کل ہوئی تھیں، حریم کے سامنے رحمت پیا کی بیٹی سن اور عدنان کی دونوں رائیہ کی مثال تھی، جو شادی سے بعد پہلے سے بڑھ کر خوبصورت لگ رہی تھی دونوں صبا کی شادی میں آئی تھیں اور ان کے لبوں سے جدا ہی نہیں ہو مار رہی تھی، ادھر اس کی بہن برسوں کی چہرہ نظر آ رہی تھی۔

"دات زندگی ناں میں نے بہت ساری

شک رہتی ہیں۔ "اوپر بچوں کی طرز پر لگتی تھی۔
 "میں نے اس میں نہیں رکھ سکتی۔"
 "کیا دل؟" اس نے ہنسنے میں اپکا میں اس
 کے بجائے ان کے جواب دیا۔

"اب یہ شادی شدہ ذہن اور عورت ہے اور
 گھر اس کی پہلی ذمہ داری ہے، اب یہ میرے
 بچوں کی رہتی آئے گی ماں اور مہمان کوں سا
 زیادہ عرصہ رکھے ہیں، تمہاری شادی ہوئی تو خود
 پالہ پختہ کیا جائے گا کہ اپنے گھر اور ذمہ داری میں
 کی جیسے طرح ہو کر میرے شک کو بھول جاتی ہے، پھر
 ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔"

"آپ کان کنول کریں میں نے شادی
 کر لی، کر رہی تھی تو میں پھر الٹا سیدھا کر
 رہی، آپ مجھے فری صبر اور منہ آتی نہ سمجھیں
 بے زبان گائے کی طرح بڑے فیصلے پر قربان
 ہیں، جس سخت غربت کرنی ہوں، اب وہ بانی بنیں
 طرح مجھے بھی ساری عمر آزمائشوں کی بھی
 جلا نا چاہتے ہیں، رحمت تاپا کے گھر وہ رشتہ آیا
 ماں، ابو کے سب رشتہ دار ان کی طرف ہیں،
 میرے گھر تو منگور ہے مگر شادی نہیں۔ "وہ ہندو
 کی کوئی کی طرح تراش شروع ہوئی، آئندہ اور
 اس کے اسے سخت رد عمل پہ نکا پکار رہی، حریف
 بہنوں میں سب سے زیادہ باقی اور صاف
 تھی، اس وقت بھی جو اس کے دل میں تھا وہیں
 بول دیا۔

اب نئی پریشانی آئے کہ راجی ہوئی تھی جو حریف
 تعلیم کھلا انکار نے پیدا کی تھی، آرا اور گیلانی
 لیتے تو جانے اس کا کیا حشر کرتے کیجئے آج
 ان کی سنی جی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ ان
 کے سر پر احراف کریں، پتہ نہیں حریف کا
 آج کیا رنگ مانے والا تھا۔

مڑک کنارے واقع اس رستورنٹ میں

باسر اور اس کی کنون فرح آئے ساتھ بیٹھے تھے۔
 چرخہ بند رہا مگر گھبراہٹ میں جو پڑے پر۔
 کی گئی، وہ دونوں کی ملاقات پہلی مرتبہ تھی،
 تھی زور سے سر کے دن میں شادی سے پہلے وہ
 توپ اور بے قراری بند رہی ہو رہی تھی۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے؟" ان دوٹی کے
 حلوں دتے فرح نے ہی توڑا۔

"سوچنا کیا میں خود پریشان ہوں عذاب
 ہوں تو ساتھ حق میری دین پڑے گا اور اب، بچہ
 خلق نے تو میرا کام آسان ہو جائے گا، تو مجھے
 نہیں لگتا کہ وہ خلق لینے پر راضی ہوگی۔" وہ خاموش
 تھا۔

"قربان کر دو تو میں دیکھ گیا ہوں، ہو
 سکتا ہے مان جائے۔"

"وہ تو میں کر لوں گا میں، اگر اس نے اپنے
 باپ کو بتا دیا تو؟" یہ خطرہ بھی تو بہر حال موجود تھا
 ان اتنی دیر سے تو اس نے بھی نہیں لگا کر لیا تھا
 لا قدر حال میں اٹھایا تھا، اور گیلانی کی شہیت اور مقدمات
 سے وہ بھی طرح واقف تھا، اگر وہ خلاف چلایا
 زبردستی گھر سے نکال دیتا تو جانے وہ اس کے
 خلاف کی کیا انتقامی کاروائیاں کرتے، کاش کہ
 فری خود ہی حلقہ میں ناگہم تھی۔

"چلو پھر نہ بات کرو کوئی اور مل سوجھے ہیں
 تم اپنا رویہ اتنا سرب کر لو کہ وہ خود ہی خلق کا مطالبہ کر
 دے۔" فرح نے جو بزدلی۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں اب پورے
 در تک پہنچنے میں نے گھر بھی جانا ہے آج وہ رہی ہوئی
 ہے۔" باسر نے اپنا گلاس اٹھایا اور اسے بھی پینے
 کا اشارہ کیا، فرح ہلکے ہلکے چسکیاں لینے لگی۔

"اُف میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے
 ہیں اور صاحب نے تو شادی کی جلدی چاؤنی
 ہے، کیسے ہو گا سب کچھ، وہیں کے پڑ۔"

جوتے، زور و سب چیزوں کی خریداری باقی ہے،
 ساتھ منگنی کا چھوٹا سا فٹیشن بھی کرتا ہے تاکہ
 شادے خاندان کو پتہ چلے، اور صاحب
 نے تو منع کیا تھا مگر میرا دل کرتا ہے کہ سلیمان
 کے بھی سارے چاؤ اور اربابان پورے کر دوں۔"
 دور عطا کو بتا رہی تھی، جواب اس نے تسلی دی۔

"مہر آپ منگنی کے لئے جوڑا اور انگوٹھی
 لے آئیں پھر انور نکل سے پوچھ کر کوئی بھی دن
 رکھ لیں۔"

"ہاں ابھی تو ٹھیک ہو میں پہلے غائب ہو بھی
 پور رحمت بھائی سے بات کر لی ہوں کہ انور
 صاحب کو منگنی کے لئے آمادہ کریں۔"
 "ٹھیک ہے مگر آپ آج ہی جائیں میرے
 خیال سے پھر شادی، اور منگنی میں اتنا وقفہ نہیں ہو
 گا۔"

"رحمت رحمت بھائی کو نوں کرتی ہوں پورا پورا
 پکا کر دیکھیں، پھر عاتق نے میرا بل کر لیا ہے ان کے
 گھر میں پکڑا دیا، انہوں نے تو یہی تحصیل سے
 بات کی۔"

"مہر یہ کیا پھر، نکلیں نے؟" بات خیر
 کر کے انہوں نے فون بند کیا تو عطا نے پوچھا۔

"کہہ رہے ہیں میں شام کو انور کی طرف
 جاتا ہوں پھر بتاؤ ہوں میں نے بھی کہا کہ منگنی
 کا نوں کر دوں گی کیونکہ ہمارا خیرا پرا خاندان ہے،
 سلیمان میرا ابا بڑا بیٹا ہے میں اچانک اور
 غیر اتفرق میں شادی پہ لوگ جانے کیا کیا باتیں
 بتائیں۔" وہ منگور ہوئی تو عطا نے تسلی دی۔

"پھر نہیں ہوتا مہر ہم منگنی سب کو بتا دیں
 گے کہ شادی جلدی ہو گی، ویسے بھی ہو سکتا ہے
 انور نکل کی کوئی بھینری ہو جو وہ جلدی شادی کرنا
 چاہتے ہوں۔"

"ہاں تم بھی ٹھیک کہتی ہو، بندے کی سو
 بھیریاں ہوں ہیں، بیویوں کے ہو گھیرے

ہوتے ہیں، اچھا ہے یہ ٹھیک کام جلدی ہو جائے
 سلیمان کی خوشیاں بھی دیکھ لوں اپنے جیتے جی،
 زندگی کا کیا اعتبار، آج سب بے فکر نہیں۔"

"اللہ آپ کا سایہ سلامت رکھے مہر! رحمت
 نے محبت سے ان کے گرد بازو پھیلا کر مہران کے
 کندھے سے ٹکا دیا تو تو میرے اس کی محبت سے
 سرشار ہوئی۔"

اور گیلانی منگنی کی رسم کے لئے رانسی نہیں
 ہوئے اس کے بجائے وہ جلدی شادی پر زور
 دے رہے تھے، انی جوتے ڈوبے اور سعید نے
 اپنے گھر ہی پھوٹا سا فٹیشن کر لیا، تعلقات کے
 آغاز میں ہی انور گیلانی کی یہ بہت جھڑپ انہیں
 خاصا بدلی کر رہی تھی۔

ساتھ ساتھ شادی کی تیاریاں بھی شروع
 تھیں، سلیمان نے صاف لشکروں میں کہا تھا مجھے
 چیز کے نام پر کچھ بھی نہیں چاہیے، رحمت کے گھر
 والوں سے بھی چیز نہیں لیا گیا تھا، سلیمان کو اپنے
 زور بازو پہ بھروسہ تھا، وہ چاہتا تھا اس کی زندگی اس
 کی کہانی میں ہی گزارا کرے، ابھی خاصی خوشیاں
 لیکر سے تعلق تھا سلیمان کلا، تب ہی وہ جینے لیس
 لینا چاہتا تھا، اس بات کی اطلاع جب انور گیلانی
 تک پہنچی تو ان کے سر سے بوجھ ہی اتر گیا، ورنہ
 اسے پہلے ان کا ارادہ تھا کہ فری کی طرف اسے بھی
 کچھ دے دیا جائے، مگر فری کی سسرال تو
 عزادے لائق تھی مگر رحمت گیلانی کی سیت ان
 کے گھر آ کر وہ جینے لینے سے انکار کر گئے تھے، پھر
 بھی رحمت کا موقف تھا کہ جی ذات ہے اس کی
 نیکورنی کے لئے کچھ نہ کچھ دے دے شک اس کا
 بیک اکاؤنٹ کھول کر میرے جمع کر، ادو۔"

کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا، انہیں بہت خستہ آیا
 تھا، وہ پیشیاں ہوتی تھیں، اور ہوتا، انہوں کا
 خواب تھا۔

میں تھیں کی نرم کے ہر پہن کے دریا بہا رہے۔
 آج پہ پہلوں کے چہرے میں ہنسا، ہنسا
 مسکراتا دوستوں کے شرارتی نعروں کا جواب دیتا
 فری اور سیاہ و دھوئیں کی لگا ہوں کا مرکز تھا آواز
 نہیں آتی تھی وہ گھر پرینی کے پاس بھی، ادھر منور
 کی طبیعت بھی خراب تھی، حریف کی بھی دیکھا ایک
 گھر میں رہنے کی وجہ سے اس تک بھی پہنچا گئی تھی
 اور اس دن سے اس کی طبیعت خراب تھی، آواز
 دو ہرے غلاب میں تھی، حریم کا جسم زخم زخم تھا
 اوپر سے شاہی سر پر تھی، جو زخم نظر آ رہے تھے ان
 کا وہ کیا کرتی، گھر میں مہمانوں کا آنا جانا تھا
 انہوں نے جھوٹ بولی وہ کہ حریم میزبانیوں سے
 تری ہے تب یہ غم آئے ہیں۔
 "دوہن کے رشتہ دار اگر مہندی کی رسم کر
 لیں۔" آج پہ سے کسی عورت نے آواز دی تو فری
 اور صبا دونوں ہی بیک وقت انہیں، صبا نے سنا
 سامان کے منہ میں ڈالی۔

"الو: اب بس تیری ضرورت نہیں تھی کہ چکا
 ہوں یا ساتھ ہی اس نے برتی تھا کر جانے کہ
 میں خوش رہی، اگر تیرے میں جو شروع ہو گئی۔
 "ابھی سے اتنی خدمت ہو رہی ہے سالیہ
 کی۔" سلیمان کی کوئی کزن پوچھ گئی۔
 "سلیمان بھائی حریم کا بہت خیال رکھے گا
 بہت زیادہ۔" جانتے جانتے وہ اس کے کان میں
 ہنسنے لگی اور پھر فری وہاں سے نکلی۔
 اس کی آنکھوں کی سیماں کی لگا ہوں سے
 پوشیدہ نہ رہ سکی، اپنی خوشی کے موافق یہ بھی
 جانے کیا حیثیت رہتی تھی، وہ جانے کیا کیا
 سوچنے لگا، صبا اور فری جلدی دانی میں کیونکہ
 اجرا اپنے گھر میں بھی مہمان تھے۔

وہ صبا کے ساتھ پارک کی تھی مہندی
 لگا رہے، خود اپنے کے اچھے پارک میں

بگم کر، اپنی تھی اس روز کے بعد سے حریم کو چپ
 سی لگ گئی تھی، آج جب صبا نے مہندی کے لئے
 پارک جانے کو کہا تو وہ کچھ سے بغیر تیار ہو گئی نہ وہ
 سوال کیا نہ بھی، اس کی خاموشی سے صبا کو خوب
 پریشان تھا، وہ تو لڑائی جھگڑائی احتجاج کرتی تھی اپنی تھی
 تھی، ہر بات منہ پہ کھینچے دانی۔

پہلے اس کے دونوں پاؤں پہ مہندی لگائی تھی
 پھر ہاتھوں کی پاری آلی، پویشٹن نے اسے شربت
 کی پویشٹن اوپر کرتے دیکھا تو اس نے میرا کی اندر
 میں اوپر کر دی، دونوں کلائیوں پہ زخم تھے اور ابھی
 تک پوری طرح مند نہیں ہوئے تھے۔ پویشٹن
 سوالیہ فقرہوں سے اسے دیکھنے کی تو تب اس کی
 مدد کے لئے صبا آگئی۔

"اجل میں پاؤں پویشٹن سے یہ میزبانیوں
 سے تری ہے تب یہ زخم آئے ہیں۔" پویشٹن اس
 نے یقین کیا تھا کہ نہیں۔

کلائیوں پہ تو مہندی نہیں لگ سکتی تھی
 جو پہلے تھیں۔ کلائیوں کے علاوہ کلائیوں کی
 اور پویشٹن کی تھیں۔

"جی ہاں تقریباً سارے جسم پہ یہ نشان
 ہیں۔" روانی میں صبا کے منہ سے بچ نکلی، اس
 کا احساس اسے ہونے کے بعد ہوا، لیکن اب تیر
 کہنا ہے کھل چکا تھا۔

"اور وہی کلائی پھر آپ لوگ شادی کیوں کر
 رہے ہیں کم سے کم زخم تو مند ہونے لگے ہیں۔ وہ
 تو کسی تھانیدار کی طرح جوت کر رہی تھی۔

"بس کچھ کھیلو مجھو ریاں ہیں جس کی وجہ
 سے شادی لپٹ نہیں جاسکتی۔
 "پھر بھی آپ انہیں کس لئے ڈاکٹر کو
 دکھائیں۔" وہ اب مشورے دینے لگی، صبا نے
 ہی نہیں سنی کہ ڈاکٹر کو کھانے سے بچانے کے لئے
 منع کر دیا ہے، وہ تو بھلا ہوا صبا کا کہ ڈاکٹر کو حریم
 کی ساری کیفیت بتا کر میڈیسن لایا تھا، انی نے

ہی سر اور جسم کے زیادہ مغروہ حصوں کی جینڈر
 کی تھی، تب زندگی میں پہلی بار اسے ایسے غصہ آیا،
 اس تازہ سی لڑکی کو انہوں نے ویشٹن فری تھے
 سنہ مارا تھا اور اپنے اس نفس پہ شرمندہ بھی نہیں
 تھے، احمد علی انہیں پارک باراب کر کے گیا تھا،
 وہ بھی پہلی وقت سے گیا، گھر جانے سے پہلے وہ
 ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ان دونوں کے لئے
 آیا، اب اس کے یہاں آنے کا مقصد بھی تھی،
 عیب کی آگورڈ پویشٹن تھی، حریم کے ہاتھ پاؤں
 پہ مہندی لگی ہوئی تھی اور میڈی ڈاکٹر چیک کر رہی
 تھی، اس کی طرف سے ہونے کا فریغ صبا ان
 انجام دے رہی تھی، حریم جو درد کو کرنے سے لے
 انجکشن لگائے گئے، ایک میڈیکل سٹوڈنٹ نے احمد
 نے اس کے لئے نصیحت پویشٹن تاکہ اور دیگر
 میڈیسن لیں۔

زندگی میں پہلی بار اسے صبا نے اپنی
 ہاتھوں کے رشتے میں جو چاہا، وہ یہ بھی دیکھنے
 لگی تھی، صبا نے والی گھانڈی کی طرح کلائیوں
 کا گھراپ اسے احساس دہرایا تھا کہ وہ گھر کے
 معاملات سے لاطن رہ کر زندگی نہیں گزار سکتا،
 گھر وراپ کرنے سے پہلے اس نے صبا کو منع کر
 دیا کہ کسی سے ڈکڑ نہ کرنے کہ میں حریم کو چیک
 کروائے ڈاکٹر کے پاس لایا تھا، صبا نے پہلی
 بار اتنی توجہ دی تھی اور صبا تھی کہ روئے جا رہی
 تھی۔

گھر کی کشتی سے پابند کی گرتیں اندر
 گھر میں چھوٹ کر رہی تھی۔ رات کا آخری پہر
 تھا، دن کے تھکے بارے وجود رات کی پریکٹان پور
 میں پناہ لے کر رہے تھے، صبا اور فری بھی سوئی
 ہوئی تھی۔

حریم بہت دیر سے کروٹیں بدلتی رہی تھی،
 زیادہ زبردستی سے لیتا نہیں جاتا تھا کینڈہ پھر

تکلیف شروع ہو جاتی، درد سے ٹھنڈا اٹھتی تھی، گھر
 وہ لہوں پہ آواز آتے رہتی، اس میں اسے درد اور
 اتالی تو تین محسوس ہوتی ہیں کہ، اسی آج بھی تھی
 بری تھی اسے باتیں کرتی رہی کہ شاید یہ پھر کی
 صورت بدل پڑے۔

"میں ضروری ماں ہوں سب حالات
 تمہارے سامنے ہیں، میں اس امید پہ سب
 سختیاں سہتی رہی کہ شاید حالات بدل جائیں،
 میں شرمندہ ہوں کہ میں تمہیں سخت مند ہوتا کھیت
 ماحول میں نہ تھی، چھوٹی عمر سے ہی تمہیں پہچان
 گیا کہ تھی کیا بولی ہے، میں اپنے سامنے
 تمہارے سونچنے کو بے بسی اور سرد مہر کی بنا
 ہوئے دیکھتی رہی جب زبان کھولی تو پھر
 مجازی خدا نے یہ درحالات چپ کر دیا، یہاں
 کچھ منہ کو آتا ہے تمہاری یہ حالت دیکھ کر، اب تم
 اپنے دل سے ہر قسم کے شکوک، شبہات کو دور کر
 دو، سلیمان اور اس کے گھر والے بہت اچھے اور
 خوش ہیں، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس
 گھر میں تم بہت سکھ پاؤ گی، ضروری نہیں کہ
 تمہارے ساتھ بھی باقی بہنوں کی طرح پامیری
 طرح آو، پانچواں انگلیاں برابر میں ہوئی، گھر بس
 سکھ پاؤ گی، مجھے اپنے رب پہ پورا بھروسہ ہے، تم
 کوئی اور حالت نہ کرنا۔" وہ فری کی سستی سے
 وہ ابھی نہیں، ہوئی تھیں کہ حریم جا کر لیت تھی،
 رات نظر و نظر رہی تھی۔

اس نے سولی بولی وہ لوں بہنوں کی طرف
 دیکھا، ان کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے
 پاؤں بند سے نیچے لٹکائے، جوتے پہنے بغیر وہ اندر
 گھر پھر درم کی طرف گئی، ہاتھ دوسری انگلیاں جانا
 کہ وہ کپڑوں کی لپٹ کی طرف گئی، آواز بہت
 اس کا ہٹ کھانا اور پھر اس کے نیچے ہاتھ مار کر
 کاندہ میں لپٹا کوئی چیز باہر نکالی، کچھ، وہ دوبارہ بند
 کی طرف واپس آئی۔

ہینڈ کے سر پانے کی طرف درمیانے ساڑ کا سوٹ کیس بھرا تھا، اس میں حریم کے پٹے اور ضروری استعمال کی دیگر چیزیں تھیں، اس نے نمبر مانا کر سوٹ کیس کھولا، کاغذ میں چھپا ہوا چہرہ اس نے سوٹ کیس کی چھٹی تہہ میں رکھ دی، رکھنے کے بعد پہلے کی طرف اس نے سوٹ کیس لاک کر دیا۔

گل اس کی بارات آئی تھی اور تمام کورخصتی تھی، آج اس گھر میں اس کا آخری رات بھی گئی اس نے میس اور ہوتا تھا نئے لوگوں نے چہروں کے درمیان اپنا کام کرنے کے بعد وہ پہلے کی طرح آکر لیٹ لی۔

اتن جیسے زندہ رہیں اور
بن مرے سر جاہیں ہم
بن چھوئے محسوس ہر کے
جانے کیوں اور جاہیں ہم

آدھی آستھیوں والی چوٹی میں اس نے بازوؤں پر چڑھے ٹکل اور سرخ نشان صاف نظر آ رہے تھے، گلا کیوں میں چڑیاں، کڑے اور پھولوں کے پتے بکڑے جہاں تک جے تھے وہ جگہ چھپی ہوئی تھی، سر جو صاف نظر آ رہا تھا وہ دیکھنے والی آنکھوں کی سیوا کرتے ہوئے یہ مجبور کر رہا تھا، اچھ نے خود بارات آنے سے پہلے حریم کی دوائی دوا دے کے ساتھ جلائی۔

فری یہ سب دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ لکاش بھائی تمہاری یہ ذرا سی توجہ پہلے مل جانی تو ہماری خواہشوں کے دائرے آج اتنے خالی نہ ہوتے، مگر وہ صاف سوچ ہی سکی زبان سے نہ کہہ سکی۔

ہمیشہ کی سہوہ جلیے میں رہنے والی حریم آج سوچ کر بہت خوبصورت لگ رہی تھی، ریلے بلند کمر کے لیے چوٹی میں مایوس آج اس پہلو سے

روپ آیا تھا، رخصتی کے باغم انور صاحب اس کے پاس آئے اور اس کے سر پہ ہاتھ رکھا، اس نے انہوں نے اسے گلے لگایا تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ ایک دم بچپن میں ہو گئی ہے، وہ اسے کئی سال کی عمر پر فوراً بہت گئے، چہرہ آئندہ اور صاف، فری وغیرہ اسے ملیں، آج تو مزہ بھی مدد بھی گئی، آخر میں اچھ آگے آیا اور اسے دونوں بازوؤں میں تھام کر گاڑی میں بٹھایا، اس کے ساتھ تیار رہتے ہی گئے۔

حریم کی آنکھوں سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکا، جبکہ آئندہ اور اس کی بیٹیوں پر رش تھیں تبہ تھا اس کی آنکھوں میں آنسو لندہ راق اندر خشک ہو گئے ہیں۔

تارا اور تک کوئی نہیں ہے
سیارا دور تک کوئی نہیں ہے
منا ہے آس مجھ کو جس میں
سارا وہ دور تک کوئی نہیں ہے
کھانا اور تک کوئی نہیں ہے
اب تو کچھ ایسے چل رہا ہوں میں
شرارہ دور تک کوئی نہیں ہے

نئے گھر میں حریم کا استقبال بھونوں کی چیخوں، پتوں اور گرنے کیا گیا، پھر رات پہلے سعید اور ثوبہ پیچھے آئے اور منہ دکھائی دی، وہ سب بہت خوش تھے، اس کے ساتھ جانی مایہ اور زارا آئی تھی کیونکہ بیاہ کو چودہوی کی رات سے ہی گھر لے گیا تھا، فری کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ بھی پاس کے ساتھ گھر چلا گئی تھی، سارا سم کے مطابق پھر یہ لیا اور فاروقی کیانی کی زارا اور ان کے ساتھ آئیں۔

یہاں یہ تو خوشیوں کی بارات اتاری ہوئی تھی، کافی دیر سے بیٹھے بیٹھے حریم کی کمر میں

تکلیف شروع ہو گئی تھی، اوپر سے لینگے اور چوٹی کا بھاری کام دار سوٹ کیس چھو رہا تھا، پھر چوٹیوں کے نشانات بھی جوں کے توڑ لے گئے، اس وجہ سے بھی اسے زیادہ تکلیف ہو رہی تھی، دھنا اس کے چہرے سے بھانپ گئی کہ وہ میں تکلیف میں ہے اس نے سانس کے کان میں پوچھ کر جواباً انہوں نے حریم کو کمرے میں لے جانے کو کہا، اور چوٹی عالیہ اور زارا بھی جانے کے لئے اجازت مانگ رہی تھیں، ثوبہ انہیں گیت تک خود چھوڑنے لگی۔

رخت، حریم کو بے ہوشے ہینڈ روم میں سے نکلی، ہر طرف گلاب اور مہرے کے پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

رخت نے اسے ہینڈ پہنچایا اور پچھتے گاؤں تک لے گیا۔

"تم ایڑی ہو جاؤ جب تک میں کچھ کھانے کو ناتی ہوں۔" جواباً اس نے اشارے سے منع کر دیا، حالانکہ صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا، بس دکان کے ساتھ جو کچھ کھاتا تھا، بھوک تو اس کی دیکھنے والی مری ہوئی تھی، مگر مایوس کے مال مال کرنے کے باوجود کھانا لے لی، اس کے سامنے حریم نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تو وہ یہ بھی کہہ کر حریم کے سامنے کھانے میں تکلیف سے کام لے رہی ہے چنانچہ وہ باہر چلی گئی تاکہ وہ کھانا آرام سے کھالے اس کے جانے کے بعد بھی حریم نے کھانے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھی، چھو دیر بعد رخت برتن اٹھانے آئی تو سب کچھ جوں کا توں پڑے رکھے کر چوٹ لگی۔

"اے کھانا کیوں نہیں کھایا ہے۔"

"مجھے ایک نوالے کی بھی بھوک نہیں ہے۔" وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔

"چلو خیر، ہے میں دور چھوٹی ہوں وہ ضرور پل لینا اور باں آئی آتے ہمارے گھر کی کہ تم نیز جیوں سے مری ہو اور کافی پوٹش آئی ہیں۔"

کہاں کہاں گئی ہے۔" رخت اس کے سامنے بیٹھ گئی، حریم اس کے سوال پہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ لگی اور پھر اپنی گلا پانے سے گردن دینا، رخت نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا اور غور سے دیکھا۔

"میتھ لیسن لی ہے۔"

"جی! اس نے لکھنا سیکھ لیا ہے۔"

"تو بھی جوت ہو گا؟" اس بار حریم نے صرف سر ہلایا۔

"میتھ سوٹ کیس کیس ہے؟" یہ پہلا سوال تھا جو اس نے رخت سے کیا تھا۔

"سامنے ڈریسنگ روم میں پڑا ہے، تمہارے کپڑے بھی ادھر ہی ہیں رات میں پہننے کے لئے۔" اس نے ہینڈ روم کے ساتھ والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

چھری کی تک تک وقت گزرنے لگا، اس کی اڑا پڑی تھی، اس نے ہینڈ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا، اب کسی کے بھی آنے کا امکان نہیں تھا، سوئے سیالان کے تپ وہ ابھی سنبھالنے بند سے اتری اور ڈریسنگ روم کی طرف پڑھی، سوٹ کیس سامنے رکھا تھا اور اس نے مطلقاً نہ ہر کا کوا ملا کر لاک کھولا، اس کی مطلوب چیز اس طرف تھا تہہ میں پڑی تھی، اس نے نکال کر ہاتھ میں لائی اور پھر ہینڈ روم میں گئی، سیالان ابھی تک نہیں آیا تھا، تکلیف کی شدت سے اس کا جسم اتر ہوا انگ رہا تھا، چھوٹے چھوٹے تپ ماحولی و دلد آدم شیشے کے سامنے آکر کھڑی ہوئی، بھاری جوتے اور زیورات نے برا حشر کر دیا تھا پھر سیالانی اور روحانی تکلیف اس کے غماز ہو گئی۔

اس نے پہلے ہمارے جھینڈا پارے، ابھی وہ چوڑیاں لپیٹنے کے لئے کلائی کی طرف ہاتھ بڑھاتی رہی تھی کہ دروازے پہ آہستہ آہستہ

میں اچھا خاصہ زخم لگ گیا تھا، جس نے اس وقت ردِ دل و اندھ لیا تھا۔ اب وہ اس بات کو اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھ کر بھلی پہ ٹھیک ٹھاک گھبرا کرٹ گیا تھا، اپنے ہاتھ کو بخیر دیکھتے ہوئے ایک سختی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ دم توڑ گئی۔

"تو سلیمان صاحب! یہ ہے آپ کی نئی زندگی کی شاندار شروعات۔" اس کی نظر بے خبر سوئی ہوئی تھیں، اس وقت وہ جانے کیوں اتنا بخیر تھا۔

ابھی تک وہ سو رہی تھی۔ "رہتا ہے ہوش خوبصورتی سے بھرا ہوا، تو میں نے اسے ہر ایک نظر سے دیکھا۔"

"جب بچی کی طبیعت اتنی خراب تھی تو بچہ بتایا نہیں؟"

"مما آپ کی تحقیر اور پریشانی کی وجہ سے نہیں بتایا کیونکہ آپ پھوٹی چھوٹی بات کی توجہ نہیں لیتی ہیں پھر شجاع۔" بچی منع نہ دیا تھا کہ "مما کو بے آرام نہ کرنا۔"

حرم بے خبری کی نیند سو رہی تھی صبح کے دس بج رہے تھے، سلیمان اسے اسی صبح سو جا چھوڑ کر فریٹش ہو کر باہر نکلا، اس کا رخ رخٹا تھا بچی کے کمرے کی طرف تھا، ٹوپی اور سعید اس کے اٹھنے کے انتظار میں تھے۔

سلیمان نے نظروں سے گھزوں میں اس کو شکر یہ ادا کیا، مٹی بڑی مشکل سے بھاگتی تھی۔ اسے بھی لیا تھا، سلیمان نے ناشتہ ہمارا کے ساتھ ہی کیا، رعنا دو تین بار حرم کو دیکھ آئی تھیں، وہ اسی طرف سو رہی تھی۔

"بھابی آپ جس کر حرم کو دیکھ لیں اور سمجھ لیں دیں۔" شجاع بھابی کی موجودگی میں وہ بھی نہیں کر سکتا بلکہ بار بار رعنا نے اثبات میں سر ہلاتا تو وہ مطمئن ہو کر مرنے پاکی طرف آگیا، ٹوپی نے ہمیشہ کی طرح اس سے ہاتھ پہ پیار دیا اور پاس ہی بیٹھا لیا۔

صد شکر کے ویسے میں دو دن کا وقفہ تھا تب تک حرم کی طبیعت بھی ٹھیک ہو جاتی۔ دوپہر دو بجے کے بعد اس کی آنکھ کھلی، اسے نامانوس سر آگیا، وہ جو تو بچن کے پورے طبع سے پیدا ہو کر جانے لگے، بعد ازاں وہ بھی اسے رات کی سب باتیں یاد آئیں، تب وہ گردن بدل کر اٹھ بیٹھی، کھڑکی میں درد کا شدید احساس پیدا ہوا، رات شجاع نے زخم صاف کر کے صرف پٹی باندھ دی تھی، رات کو وہ اسے ہسپتال نہیں لے جاسکتا تھا ورنہ اس کی کھڑکی پہ تانے پٹنے تھے کیونکہ اس نے جنوں کے عالم میں چھری خود کو باری بھی اور زخم بھی اچھے خاصے آئے تھے۔

"میں تمہاری طرف آنے کی راہ بھی حرم جاگ گئی ہے؟"

"نیکل جانا اس کی طبیعت کچھ نامناسب ہے سو رہی ہے۔" ان کے خیال پہ اس نے وضاحت کی جو کچھ ٹھیک رہی تھی تب ہی رعنا بھابی اور حرم کی اور اس کی مشکل آسان کی۔

وہ پاؤں بیڈ سے اٹکائے جوتوں کی تلاش میں نظر اٹھرا دھر دوڑا رہی تھی کہ تب ہی دروازہ کھول کر رعنا اندر آئی۔

"السلام علیکم! جاگ گئی، طبیعت کیسی ہے؟"

آؤ میں ہاتھ داس تک لے جاتی ہوں منہ ہاتھ بہہ کر فریٹش ہو جاؤ پھر ناشتہ کرنا، ممما بہت پریشان ہیں تمہاری طبیعت کا سن کر۔ کپڑے بدل لو، اس

"مما آپ کو آئی آمد نے بتایا ہی تھا حرم کے رنے کا اور پھر چوٹ لگنے کا، کل سہارا دن وہ بے آرام رہی، اسی وجہ سے شاید اسے رات بخیر ہو گیا، کافی تیر چھا، شجاع نے میڈیسن دی ساتھ سلیپنگ پلو بھی تھی تاکہ حرم کی نیند پوری ہو جائے اور طبیعت بھی ٹھیک ہو جائے، اسی وجہ سے

وہ پاؤں بیڈ سے اٹکائے جوتوں کی تلاش میں نظر اٹھرا دھر دوڑا رہی تھی کہ تب ہی دروازہ کھول کر رعنا اندر آئی۔

"السلام علیکم! جاگ گئی، طبیعت کیسی ہے؟"

آؤ میں ہاتھ داس تک لے جاتی ہوں منہ ہاتھ بہہ کر فریٹش ہو جاؤ پھر ناشتہ کرنا، ممما بہت پریشان ہیں تمہاری طبیعت کا سن کر۔ کپڑے بدل لو، اس

پہلے میں شجاع بڑھتی ہوں تمہاری بیڈ تاج کر دیں۔" ایک نئی سانس میں وہ اتنی سہولت بائیں آنکھ کی بند تھی، مگر حرم کے چہرے پہ جام تاثیرات دیکھ کر اندر ہی اندر خاکسب سی ہو گئی مگر ہمت نہیں ہاری۔

"میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں ایزی بھی ہیں اور فیس بھی نہیں، تم اندر کم دو نہیں ہو گا۔" وہ عام سے لہجے میں کہہ رہی تھی مگر حرم کچھ اور ہی سوچ رہی تھی کیا اس نے میز سے بدن پر دم اڑتوں کے نشان دیکھ لئے ہیں۔

رعنا نے اس کی خاموشی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس بارنی کھول کر اس کو ایک سوٹ نکالا، میزوں پر گناہ سوٹ بھاری بھر کم تو بالکل بھی نہیں تھا جیکے پچھلے کام سے حرم نہایت افسانہ ساز سا جوڑا تھا۔

"یقیناً یہ مقرر بہت سمجھدار ہیں۔" حرم نے دل میں اسے سزا دیا اور پھر خاموشی سے کمرے کے لئے کمرہ ہاتھ روہم میں چلی گئی، اس کی طرف اس نے رعنا کی مدد پر آفر قبول نہیں کی تھی۔

وہ فریٹش ہو کر باہر آئی تو شجاع صوفے پہ بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"السلام علیکم! محترمہ حرم سلیمان صاحبہ، کیسی طبیعت ہے اب، رات جو میں ڈر رہی گیا تھا۔" شجاع کا انداز اہانتیت بھرا تھا، اس نے بادل بھراستہ سلام کا جواب دیا۔

"آؤ میرے پاس بیٹھو میں بیڈ تاج کرتا ہوں پھر ناشتہ کر ڈٹ کر۔" وہ صوفے پہ اس کے پاس کب گئی، اسے میں رعنا بھی ناشتے کی نرس لے کر آئی، شجاع نے بیڈ تاج مکمل کی تو حرم نے آستین نیچے کھینچی، رعنا نے اس کے لئے جو سوٹ نکالا تھا اس کی کھینچ کی آستین پوری تھی، اس طرح اس کا پردہ تو رہی جاتا تھا عارضی طور پہ، شجاع نے اپنے سامنے اسے ناشتہ کرایا وہ دن

ناں ہی کرتی رو گئی۔

پھر شجاع کی اہانتیت اور جونس خبری محبت کے آگے اس کی ایک نہ چلی، ناشتے کے بعد اسے میز پر دے کر شجاع کو چھ سکون ہوا۔

پھر ٹوپی سے سعید مٹائی نالیہ، چھوٹی چچی اور دیگر رشتہ دار سب ہی اس کے میز روہم میں جگہ پو گئے، ٹوپی بہت غور مند تھی۔

"نظر لگ گئی ہے میز پر، سلیمان کی روہمیں کچھ لگ بھی تو اتنی پیاری رہی تھی، روٹی بھی خوب ہوئی، مینہ چھوٹنے کا کم تو ہوتا ہے، تب ہی تو رات بخار چڑھا تھی۔" وہ اپنے ہاتھوں میں دیکھتے ہوئے تانی نالیہ کو بتا رہی تھی۔

حرم کے سر میں درد ہو رہا تھا، پہلے ٹوپی نے اس کی نظر اترا دانی اور پھر سب کو اس کے کمرے سے باہر لے گئی تاکہ وہ آرام کر لے۔

تب حرم نے کچھ بار ان سب کے بارے میں سوچا، پوری کچھ کچھ کچھ کچھ اس کے لئے تھے، کچھ وہ بھی ایک دن اور صرف ایک رات میں کچھ کے لئے اتنی اہم، دیکھتی ہے کہ اس کے لئے پریشان ہو جائے؟

رات کے بعد سے اب تک اس نے سلیمان کو پھر دوبارہ نہیں دیکھا، اس نے کل رات اپنے ساتھ جو کہا اس پہ اسے کوئی نہ امت یا شرمندگی نہیں تھی بلکہ عجیب سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔

"جب ہر خوش نہیں تو پھر کوئی اور کیوں بد، جب ہمارے غیب میں کوئی خوشی اور امید کی کرن نہیں تو کسی اور کے ہاں اجالا کیوں ہو، شب چھین لوں گی سب کے ہونٹوں سے مسکراہٹ، بیٹا خدا اب بنا دوں گی، میں ایک اور آمد و مزو، فری یا جانا نہیں ہوں گی۔" اندر ہی طلعت اترے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

مستحق دوا کے زیر اثر وہ دو پیر کے بعد پھر کافی دیر سوئی رہی، رات کے کھانے کے لئے رہتا ہے اسے مشکل چکایا، وہ یہ کافی دیر اس کے پاس بیٹھی رہی ان کے خیال میں وہ بچہ بنے ماحول کی وجہ سے پریشانی کا شکار تھی، رات والا واقعہ ان کے غم میں کہیں تھا نہ ہی ان تینوں نے تھکا مٹا سب تھوڑا کیا تھا، انہیں بس اتنا پتہ تھا کہ حریم کو بخار ہے، وہ اسے اپنا خیال رکھنے کی بھرپور کوشش کر کے رخصت ہوئی تو اس نے سکون کا احساس لیا اور نیچے پہنچ کر کریمٹ لگی، رات اسے دوا کے ساتھ دوائی لینے کی یاد دہانی کر دیتا بیچا لی نہیں تھی۔

کافی دیر بعد سہیاں اپنے کمرے میں آیا تو حریم پریشان ہی ہوئی، وہ کوئی بات کہے بغیر کپڑے بدلے، لگا، فریٹش ہو کر دروازے پہ جا بیٹھا، اس کے اثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ پریشان ہے، حریم کو کہیں ہی خوشی کا احساس ہوا، اسے لگ رہا تھا کہ اس نے جس کھیل کا آغاز کیا ہے اس کا اختتام اس کی توقع کے عین مطابق ہو گا، وہ جین مٹولنے پر بیٹھے بیٹھے سہیاں نے اپنے ایک دوست فرماہن کو کال کی، حریم کی ساتھی ان کی طرف متوجہ تھی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" فون بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"پہلے سے ٹھیک ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"بازو میں درد تو ہوتا ہوگا؟"

"جی!"

"اور بالائی زخم؟" سہیاں کا انداز دلچسپ سا رہا

اس نے غصے سے حریم کو دیکھا، اس نے کہا۔

"باقی تو کہیں بھی زخم نہیں ہے۔" اس نے صاف جھوٹ بولا تو سہیاں نے کندھے اچکا دیئے۔

"آپ آرام کریں طبیعت ویسے جی ٹھیک نہیں ہے آپ کی۔" بیڈنی زوہری سائید چلی گئی تھی، اس نے سر کے نیچے، لگا اور اس کی طرف کہوت لے کر لیٹ گیا، حریم کھٹک کر بالکل دوسرے کونے پر ہو گئی، وہ چمہ سوچ رہی تھی۔

"مجھے شاید طبیعت کی خرابی کی وجہ سے خاص رہا تھا میں رات میں بچہ میں یہ لوٹ جا۔ میرے ساتھ کیا کریں؟ کسی مصیبت کی وجہ سے نرمی برت رہے ہوں گے درنہ دین اتنا اپنا بندہ اس زمانے میں۔" اس کی جگہ سہیاں کی طرف بے ارادہ لٹکی، جو اس کی طرف پیٹھ کیے سو رہا تھا۔

"چلو، کیجئے میں نکال لیا ہوتا ہے۔" اپنی اینٹا پہ سوچتے سوچتے اسے بھی خند آئی۔

وہ لیمہ ہوئی میں تھک چکا ہوں، پورے دن میں اسے دیکھنے کا کیف کافی بدلتا ہے، اگر وہ لٹکی، اور گھبراہٹ سے بہت اس کے سب خیر والے آئے تھے، وہ تو کچھ دیر کے بعد چلے گئے مگر پانی اور جراثیم رہے۔

سہیاں بھی اسٹیج پہ اس کے ساتھ بیٹھ سب کے شریم تھروں کا پرستہ جواب دے رہا تھا، آخر یہ اس روز کے طرح آج بھی خاموش ہی تھی، فری اور مبادوں میں اس کے ساتھ تھی، سہیاں کے تاثرات سے کسی بھی ٹریڈ کا شائبہ تک نہیں تھا، صبا نے سکون کا سانس لیا، رنٹا بھی حریم کے آس پاس ہی رہی۔

صبا بھی چوہدری ریاض کے ساتھ جلدی کر لوت لگی، فری ویسے کے بعد حریم کے ساتھ ہی نہ نسرال آئی اور بعد میں یہاں سے اپنے کمرے کی حریم کی سسرال میں سب کا وہ یہ فری کے ساتھ بھرپور رہوٹی لئے ہوئے تھا، شام کو اس

نے یاسر کو فون کیا کہ مجھے لے جائیں، اس نے مصیبت کا بیان کر کے فون بند کر دیا، تب سہیاں، اسے گھر ڈراپ کر کے گیا، رات کے سارے آٹھ بج چکے تھے، یاسر گھر پہنچا، اور اس کی بیوی فرح بھی آئی ہوئی تھی۔

"آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

چوہدری ریاض سہیاں کی لڑکی کا تھا۔

صبا ہول سے گھبرا آئی تھی تب سے چوہدری اس کے حسن کے قصیدے پڑھ رہا تھا اور یہ قصیدے انجانی تحریز کا اس اور پادری قسم کے تھے، چوہدری کی قربت میں روز اول کی طرح اس کا دل اب بھی سہا ہوا تھا، وہ صبا کے ساتھ آج بھی لوٹ کے پال والا صبا پر رہا تھا، شام جانے کہنا وقت گزر گیا لذت کے اس سفر میں صبا چوہدری لیمہ کی دوا تب وہ اپنا آپ میٹ کر لیمہ کی دوا کر رہی تھی، اس نے پورے روز گزارے تھے، اس نے پال والا صبا کے ساتھ آج بھی اس کی آنکھوں سے نکل کر نہیں گم ہوتے تھے۔

کتنی خوشی اور بزرگ بدن ہی تھی وہ نرم و ملائم شفاف جلد ایک معمولی سا بھی داغ دھبہ تک نہیں تھا، اس نے اپنے وہ حیا باز دونوں گود کھینچا، جہاں چھوٹے چھوٹے دانے نکل رہے تھے، باقی جسم پہ بھی اسے کتنے ہی دانے نمایاں ہو رہے تھے۔

اسے کتنی ہی یاد یہ عیب سا احساس ہوا تھا کہ جیسے چوہدری اپنے اندر کی طاقت اس پہ اندیشہ کر اسے بھی اپنی طرح آلودہ کر رہا ہے کیونکہ ایسے دانے وہ چوہدری ریاض کے جسم پر بھی دیکھ چکی تھی۔

رات کے زہر سے رہینے ہیں
صبح کے ہونٹ کتنے تھکے ہیں
ریت پہ تیرے چھوٹے ہیں

پانیوں پہ ہوا کے نیچے تیرا
ریزانی کا عذاب سہا ہے
خوف سے سارے پیر نیچے ہیں
دست خوشبو کرے مسیحا
باخون گل نے زخم چھپایے ہیں
غش سورج سے وہ بھی غما ہیں
خوشبو گار کے دیکھتے ہیں
خوشبو میں پھر چھڑتے جڑیں کہیں
ابھی آجکل ہوا کے نیچے ہیں

فری گھر آتے ہی دوش روم کی طرف بھاگی، اسے شدید تھکی کا احساس ہورہا تھا، کھانا پینا سب الٹ کر یا ہر آگینہ طبیعت اس کی کھٹی مینے سے ہی خراب تھی، ضروری کا احساس ہوا اور پندر آئے، اس نے کتنی بار یاسر سے کہا کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں جو اب وہ آج کل کر کے مانی ہو رہا ہے، اسے نور پانچو کو بھی اس کی خاموشی پر انہیں کچھ گویا گھر والوں کے نزدیک وہ کوئی باطل ہی لگتی نہ رہی چیز تھی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" وہ دوش روم سے باہر نکلی تو غصہ حال تھی اوپر سے نور پانچو کے تیر بڑے کڑے تھے۔

"میں سہیاں بھائی کے ساتھ آئی ہوں وہی چوڑ کر گئے ہیں۔"

"ہونہب" اس کی سانس نے آٹک لیں گھبرا گئیں۔

"ستے ہو یہ اسے بہنوئی کے ساتھ آئی ہے، ہم خرگے ہیں جو اس کے ساتھ آئی تم، کیوں نہیں ڈیکھ کر لیتی ہو، ہر ایک کے سامنے لوگ کیا کہتے ہوں گے۔" نور پانچو اشارت ہو گئی تھی، وہ گھبرا گئی۔

"انہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں نے یاسر کو فون کیا تھا انہوں نے کہا میں یہی بولی تھ

سیماں بھائی نے خود کہا کہ میں چھوڑ آؤں۔
اس نے بیساحت کی مگر وہ کوئی بات نہیں سننے کو
تیار نہ تھی۔

اوپر اچھی آواز نہ سن سکی اور فرج بھی
چلے آئے، اب صورت حال یہ تھی کہ وہ روت
ہوئے صفائی دے رہی تھی اور نور بانو مرتن برس
رہی تھی اب تو یہ بھی شامل ہو چکا تھا۔

میں کہتی ہوں طلاق دے کر چلا کرو
اسے، بول یہ جو تک تمہاری جان نہیں چھوڑے
کی، پاس سے تو چند پوچھتا رہے سر ہل دیا اور
سے بچر تھیں جس سے فصل آنے کا دور دور تک
امکان نہیں۔ نور بانو کے منہ سے طلاق کا لفظ
من مردہ پر ہی طرے نہ رہی، طلاق کا مطلب تھا
دوبارہ ہی گھر میں جانا جہاں انور سلائی کے دن
میں اس کے لئے کوئی مخالفت نہیں تھی مگر
تھا وہ یہاں رہ کر نور بانو کی مسرت میں رہتی۔

میں میں یہاں سے نہیں جاؤں گی چوتھے
یاسر مجھے طلاق مست دینا، میں تو کہانی بن کر زندگی
نرا لوں گی مگر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔
اس کے لفظ لفظ میں التجا تھی۔

میں تم سے تنگ آ گیا ہوں امی ٹھیک رہ
رہی ہیں۔

میں یاسر پلٹر ایسا مت کرو ورنہ میں
اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گی۔

تو کہہ لو زندگی کا خاتمہ دے دے بھی تم سے یا
تمہارے گھر والوں سے میں کیا سکھ لے رہی۔
نور بانو ہاتھ نچا کر بولی، آقا ان ہاں بیٹے کی
آنکھوں میں اس کے لئے رحم کی کوئی رست نہیں
تھی، فرج اس ہنگامے کے عروج پہ پہنچے ہی چلی
گئی تھی۔

ٹھیک ہے آپ کی خوشی کے لئے یہ بھی کر
کتی ہوں۔ اسے اچانک ہی زندگی بے معنی لگنے
لگی۔

تو کروٹاں کیوں نہیں کر رہی ہو۔ نور
بانو کا انداز تحریک دلانے والا تھا۔

سدا کی بڑی فری بھاگ کر کچن میں تھکی
اور سامنے چولہے کے پاس پڑی مائیس اٹی کر
جائی، اس نے کچن کی جلا کر اپنے اوپر پھینکی،
اسے پہلے کہ وہ دوسری جلا کر یہ عمل دہرائی، یاسر
بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔

بہت شوق سے تھیں مرنے کا ہے ہاں تو
تمہاری یہ حسرت میں آج پوری کر دیتا ہوں۔
یاسر نے مائیس سے دیا سلائی نکال کر وہی سے
پٹروں کو آگ دکھا دی، وہ حیرت کی زیادتی سے
دیں گویا خمد ہو گئی، یاسر نے ساتھ ہی چوہا بھی
کھول دیا، اس نے فری کو پکڑ کر جلتے چولہے پہ
جھکا دیا، چولہا زمین پر پڑا تھا، وہی پٹروں اور
فری کے بالوں نے فوراً ہی آگ چڑی، اس کا
سینہ اور منہ براد راست آگ کی لپیٹ میں آ چکا
تھا، اس کے پیچھے یاسر بھی نے جھکا کر اٹھا کر فری
نے چل ماری، اس کے سامنے پھرتے بل چھپے
تھے۔

یاسر نے باہر نکل کر کچن کے دروازے کو
کڑی لگا دی، نور بانو نے سب کچھ اٹھائے انکھوں
سے دیکھا اور زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا،
گویا وہ بھی بہ زبان غمش اپنی کی مہاجتی تھی، فری
کی پیٹیں تنہا کو چھو رہی تھی، اس پاس سے
لوگ صورت حال جاننے کے لئے ان کے گیت یہ جہ
ہو کر دروازہ پھٹے گئے، تب یاسر نے بھاگ کر کچن
کا دروازہ کھولا، فری کی جدوجہد دم توڑ گئی تھی
اور نور بانو گھر کا دائمی دروازہ بھی کھول دیا،
پڑوسی اندر آ گئے فری بے ہوش تھی، ساتھ والے
مرزا صاحب نے فوراً اپنی گاڑی نکالی، فری کو سہل
میں پلیٹ کر گاڑی میں ڈالا گیا، یاسر اور نور بانو
مرزا صاحب کے ساتھ ہی بیٹھ گئے، یاسر کے ابو
شہر سے باہر تھے انہیں اس حادثے کا پتہ نہیں تھا۔

یاسر نے فری ہسپتال میں جتنے دیکھا، یہاں
کا ایک ڈاکٹر اس کا کایا بے پروا چکا تھا، تعلیم مکمل
کرنے کے بعد دونوں نے مل کر زندگی میں آگئے
اپنی قدم رکھا تھا، یاسر کا وہ بہت گھرا دوست تھا اور
ابھی تک یہ دوستی برقرار تھی، دونوں پہلے کی طرح
ملنے جلتے تھے، ایک دوسرے کے گھروں میں آتے
جاتے تھے۔

یاسر مرزا صاحب کو اس حادثے کے بارے
میں بتا رہا تھا۔

میں ہاتھ روہ میں تیار رہا تھا جب فری کی
جان بچ گئی، آواز کی تب میں جیسے تیسے کپڑے پہن
کر کچن میں پہنچا تو اسے آگ لگی ہوئی تھی مجھے تو
کچھ سمجھ ہی نہیں آئی یہ سب کیسے ہوا، انہاں بھی
اپنے کمرے میں تھی وہی دیکھ رہی تھیں جب
تک ہم اس کے پاس پہنچے آگ اپنا کام دکھا چکی
تھی، میں نے سہل اس کے اوپر پھینکا، اسے میں
آپ سے بھی کچھ کہنے، پھر اتو دانی و دلیج مار کر ہوں
دھنسنے لگا، ایک سیکنڈ میں گویا ہے، دو اچھی بھائی
اپنی بہن کے ویسے یہ کی دونوں سے دایس آ کر
کچن میں کھانا مانے پہن گئی، منہ جانے آگ کیسے
کی شاید پاس لپک کر رہا تھا، ان بھی دو ہفتے سے
شکایت کر رہی تھی کہ جب بھی چولہا کھولو گیس کی
بو آتی ہے، مجھے کیا پتہ تھا یہ سب ہو گا ورنہ میں
پاس پہن دیتا۔ یاسر کے الفاظ میں سی جھوٹ یا
ناہ بیانی کا شاید شک نہیں تھا، نور بانو بھی مسلسل
آنسو بہا رہی تھی، مرزا صاحب نے گاڑی ہسپتال
کے گیت پہ روٹی۔

یاسر نے راستے میں اپنے دوست ڈاکٹر
زاہد کو فون کر دیا تھا، وہ اسی وقت ہسپتال میں ہی
تھا، فری کو اسی وقت ایمر جی میں لے جایا گیا،
یاسر پر بیٹائی کے عالم میں سہل رہا تھا، فری کا
بیان اسے بھائی کے جتنے تک پہنچا سکتا تھا۔
"کاش فری مر جائے، ورنہ میں مارا جاؤں۔"

گا۔ اس نے دل کی گہرے انہوں سے دعا کی، نور
بانو اسے زیادہ پریشان تھی، اس نے فری کے گھر
والوں کوئی افغان ہٹانے سے منع کر دیا تھا۔

رات کا کھانا حرم نے ان سب کے ساتھ
ہی کھایا، ہوش میں بھی اس نے چند لقمے ہی لئے
تھے، ابھی ابھی بھوک نہیں تھی مگر سب ہی باری
باری اجرا کر رہے تھے اس نے اپنے دل پر
تھوڑی سے برائی پلٹ میں نکالی اور کھانے کی
دوسرے ہسپتال پہلے تھے مگر حرم سر جھکا کر
کھانے میں لگی تھی، کھانے کے بعد وہ نے سب
کو گرتی سروائی۔

حرم حرم کی مسلسل خاموشی سے یہ سمجھ کر
شاید وہ جھک گئی ہے، تب ہی انہوں نے رخت سے
کہا کہ وہ حرم کو کمرے میں لے جائے، سیران
گھر والوں کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

یاسر اور رخت نے اسے کچھ نہیں پوچھا تھا،
شاید وہ انتظار کر رہے تھے کہ سیماں اور فری
بولے، پھر دونوں ویسے کے انتظامات کرنے میں
ایسے مزے کہ انہیں اکٹھا مل بیٹھنے کا موقع ملے
تھیں مگر آج سیماں کا دل بردہ تھا کہ شاید
بتا دے، باتوں باتوں میں کالی وقت گزر گیا، تب
ہم نے سیماں کو بھی اپنے کمرے میں جانے کہا
اور ان سب کو بھی، مرنے کا اشارہ کیا، سیماں نے
تھکے قدموں سے سیر حیاں چڑھنے لگا، اس
روم اور رخت، اسی کا خیال تھا کہ حرم سو چکی ہو
کیونکہ اس کے پاس خیمہ کی خرابی کا
جواز موجود تھا، سیماں کے دماغ میں جیسے آگ
کی بھرتی تھی، سیر حیاں چڑھتے ہوئے سیماں
نے کونٹ اتارا اور پیچھے ہٹتی ہوئی شرٹ کے کپڑے
کھولے تھے۔

دوسرے پہنچی اپنی کلاہوں کو بند کر کے
رخت کی ویسے کا جواب، اب اس کے جسم پہ نظر پڑا
تھا۔

دہا تھا، بلکہ ہلکا سا ہلکا سویرا پہنے ہوئے تھی
وہ پاس ہی سونے کی چڑیاں اور تختی دھرے تھے
نثار اس نے ابھی ابھی امارے سے کیونکہ باقی
زیادہ رکھی پاس ہی رکھا تھا۔

وہ پہلے بے پروائی سے جرم کے دائیں
نٹانے پہ بھولی رہا تھا اور باقی صوفے کی بیک یہ
کھینچا تھا، سلیمان کو دیکھ کر اس نے فوراً دو پیہ سر پہ
لیٹنے کی کوشش کی، اس کی کوشش میں اس کی کالیں سر
اور پیٹ میں اٹھنے لگیں۔

سلیمان نے ہاتھ میں پکڑا کوٹ اور باقی
صوفے پہ اچھا لیس ساتھ ہی شرت بھی پکڑ پاؤں
میں پہنے شوز اور سانس اچھے آئے، آج اس نے
ایک نئے جرم سے طبیعت کا نیا پوچھا تھا، جب
وہ ہونے پہ اس نے مقابلہ دیکھا تو تب کوئی بار
مزید گوزار لگا کیونکہ آج اس کے تیرے گھر معمولی
تھے۔

مزید بری طرح رو رہی تھی، کتنے گھنٹوں
اس کی یہی کیفیت تھی، آہ پہلے اس نے
پاس ہی گئی، اسے بھلائی اور اڑاتے دیتی وہ
دھناتیں کر لی اس کی کمروریں ماں، اسے اپنی ماں
پہ آج بے تحاشا ترس آیا، ساری عمر شوہر اور بچوں
کے پیچھے لگا کر بولی رہی، خد میں کرتی رہی
مالالت کی غلطیوں سے رہی مگر آج بھی انور سیالی
کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں
تھی۔

آج مزید یہ پھر دورہ پڑا تھا اور تمام دنوں
بے زیادہ شدید تھا، وہ پوری نوبت سے گلا پھاڑ کر
بیچ رہی تھی، جسم تکلیف کی زیادتی سے بری طرح
جلی کھا رہا تھا۔

انور سیالی زور زور سے بولتے مزید کے
پاس آئے، آہ پہلے ہی چلی گئی پاس پہلے ہی
اس سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تمنا لگا رکھی ہے اس نے، سمجھتی
نہیں جو اس کو، جو کون کی طرح خوں چھری رہی
ہے میرا، تک آئیں ہوں، موت بھی نہیں آئی، اس
جگہ، یا تم لوگ مر جاؤ یا میں، لیکن چھوڑا میری
جان، زندگی عذاب بنا دی ہے میری۔" وہ زور
سے دھارتے تو آہستہ سمجھتی۔

"انور صاحب طبیعت خراب ہے اس کی۔"
وہ کمرور سے آواز میں دفاع کر رہی تھی۔

"خوب جانتا ہوں میں اس کی طبیعت کی
خرابی کو، ڈھونگ رچا رکھا ہے، جان بھی نہیں
چھوڑتی،" وہ غصے سے جلتے جلتے باہر نکل گئے۔

مزید اس کیفیت میں بھی ان کا ہوا ایک ایک
انگل خوب سمجھتی تھی خاص طور پہ خونی ہڈیاں
بھی نہیں چھوڑتی، اس کے دل و ذہن و ہر بار
آنے پہ ان کے کمر سے دو چار کر رہا تھا۔

جب اس کی طبیعت سمجھتی تو وہ خوب بولی،
اس کے ساتھ آہستہ سے کمرور میں بھی آؤں

تو جب کہوں گی، میرا دل بکا دلتے تھے، میرا دل
میں تھے مگر مزید کا سکون نہ رہتا ہو گیا تھا، مزید
ذہنی کا ایک ایک لپ اس کی یادوں میں محفوظ تھا،
اس زبردستی میں کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جو انور
گیلانی کی محبت و شفقت سے معمور ہو، اب
شہرت سے اسے بھی دامان ہونے کا احساس ہوا۔
آہستہ سے موت سمجھ کر جا چکی تھی، لیکن پانی
مزید کی آنکھوں سے آہستہ آہستہ سے نکلنے لگے
اٹا، جب اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کی آنکھوں
میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے تب وہ اپنے گھرنے
حوصلوں کو جمع کر کے آگئی، اسے بہت شروع سے
ہی ڈائری لکھنے کی عادت تھی، اپنی زندگی کا ہر اہم
واقعہ اس نے ڈائری میں قلم بند کر رکھا تھا، وہ آج
کے دن کے بارے میں لکھنے لگی، لکھنے کے بعد
اس نے ہاتھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔
پھر وہ اپنے کمرور کی امار کی طرف لی

اور وہاں سے اٹھ دوپہہ نکالا، یہ وہی دوپہہ تھا پر
سوٹ کے ساتھ کا جو شادی کے بعد اس نے پہنی
پار پہنا تو جو اپنے دل کھول کر تعریف کی تھی، اس
کے بعد اس نے کتنے ہی سوٹ پر پہن کر میں لئے
تھے، وہ وقت و آنے پہ ایک رات کی مسکراہٹ
لیوں کو چھو گئی، کتنی دیر دوپہہ اوڑھنے پہ جو اپنے
طریف سے تعریف کی صورت میں اسے بہت خوشی
ملی تھی، اب یہی دوپہہ اور وہی بہت بڑے
سے دو چار کرنے والا تھا، اس نے وال کلاک پہ
لگا دوڑا کی جزرات کے ڈھانچے کے ساتھ ہمارا
تھا، دیوار کے ساتھ رکھی گئی تھی، اس نے
کمرور کے وسط میں رکھی، پھر پر پہن دوپہہ اوڑھ
کر آخری بار خود کو آٹھنے میں دیکھا، وہ دوبارہ
کمرور کی طرف آئی اور اسے اٹھا کر اپنے پیچھے
پانچ درمیان میں رکھا، اسے یقین تھا یہ رہی
دوپہہ اتنا مضبوط ہے کہ اس کی زندگی کی ساری
کمروریاں اور عمر دنیا اس کے اندر چھپا لے گا،
اس کا یہ یقین اتنے بڑے جا بھی نہیں تھا، وہ اپنے
چالیس بہت دور ہے تھے۔

مگر پھر اسے اب تو سوتی کی سوتی تھی
مستوم شیرا دیاں رو رہی تھیں
میں چنتے ہوئے ہاتھ ہی تھکے ہوئے
وہ بھی جب آگے کی سوتیوں رو رہی تھیں
وہ ہوا تھی کہ کے مکانوں کی چست
بڑی اور کھیں لا پتہ ہو گئے
اب تو موسم کے ہاتھوں خزاں میں
بڑے کو بس خواب کی چٹان رو رہی تھیں
شہر میں ہواؤں نے چاروں طرف
اس قدر دھکی بھلا دیے
تھر تھراتے پردوں میں شکست اڑا رہی تھیں
سینے ہوئے تھیں رو رہی تھیں
اچھی شہر کے اوپس شام ڈھلنے لگی
پر اسے اپنے جو آنے گئے

جتنے تھیں ان کی بھیجی ہوئی ہوا کو
پر بال کھولے ہوئے تھیں رو رہی تھیں

.....
حریم کو اس کی خاموش بھیجی ہوں سے
تھیرا بہت ہونا شروع ہوئی، وہ بول کچھ بھی نہیں
رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب آپ تمہیک ہیں پہلے
ہے، بہت دیر بعد وہ بولا تو حریم کی پریشانی
ہوئی۔

"میں اس رات والی آپ کی حرکت سے
بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" اب کی بار وہ ب
ابھی تھیرا لگ رہا تھا۔

"میں آپ کو جانتے ہی پابند نہیں ہوں۔"
اس کے لپٹے میں بے خونی تھی، اسے یہ تھا کہ
اس نے پہلے مرحلے پر ہی کمرور کی دھناتی تو یہ
اس کے خلاف جائے گی۔

ابھی اس میں جانتے کا حق رکھتا ہوں۔" وہ
اٹھنے لگی تھی جب سلیمان نے اس کے کندھوں پہ
ہاتھ کا دباؤ ڈال کر رکھا دیا۔

"میں نے کہا تھا میں پابند نہیں ہوں اور
اگر آپ نے زبردستی جانتے کی کوشش کی تو میں
بھی گورڈا لوں گی۔" وہ اسی پرانی کیفیت میں اٹھ
آئے گی، جس کیفیت میں اس نے خود کو اٹھان
پہنچا تھا مگر اس بار وہ تل نہیں تھا۔

"اوہی آواز میں مت بولنا اور کیا کمرور
بولو۔" سلیمان نے اس کے دونوں کندھے بند
لئے۔

"میں مر جاؤں گی۔"
"کیسے؟" سلیمان کا انداز تھیرا تھا۔

"اس دن تمہارے پاس چھری تھی، آج کیا
ہے؟ اب سمجھا تم لڑکیاں بڑی ذکاوت ہوتی ہوں۔"
اس نے حریم کا دوپہہ اس کے وجود سے اٹھ
کر کے دور اچھال دیا، وہ تھپ تھپ کر رہی تھی

گروں کا پچھلا حصہ اس کے سامنے تھا، حریم کے کپڑے رخنہ سے ہی ٹیلر سے ملوائے تھے اس وقت بھی وہ جو سوٹ پہنے ہوئی تھی اس کا پچھا لگا جدید فیشن کے مطابق کافی گہرا تھا، حریم کی سفید جلد پر سرخ نشان واضح نظر آ رہے تھے۔

رختا بھا بھی بنے بتایا تھا کہ تمہارے جسم پر بخوبی کے نشان ہیں، کچھ تو میں دیکھ چکا ہوں، یہ کیسے آئے ہیں؟ اس نے حریم کے کندھوں سے باز رہتا لٹے تھے، فطری طور پر وہ رختا تھا کچھ اس کی حالت کا بھی احساس تھا سوائے کچھ دیر پہلے کا جسے بھول گیا، اسے پہلے کہ وہ توکی جواب دیتی، اس کے بند دوم کے دروازے پر دستک دینی، سیمان نے دروازہ کھول دیا، اس دوران وہ دوپٹہ اوڑھ چکی تھی، آنے والی رختا اور ٹومیہ بھی۔

"حریم تم نے کپڑے تہذیبی کرنے ہیں تو گروہ اور باہر آؤ۔" دونوں نے اپنی سنجیدگی سے کہا "کیا ہوا ہے؟" اسے کسی غیر معمولی صورت حال کا احساس ہوا۔

"کچھ خاص نہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بس ہاسپٹل جاتا ہے۔" رختا بولی۔

"دون سے ہاسپٹل میں کیوں جانا ہے۔" اس کے دل نے ایک ہیٹ سس کر دی۔

"تمہاری سسٹر فری ہے، یاسر صاحب کا فون آیا تھا کہ تمہیں بتا دوں، ہم سب بھی تمہارے ساتھ چل رہے ہیں۔" رختا جواب دے کر نیچے چلی گئی، حریم نے ان کی پتروں پر ہادر اوڑھی، اسے میں سیمان بھی سچ کر کے گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

فری کا چہرہ مکمل طور پر جل چکا تھا، سارا وجود سفید پٹیوں میں ڈھکا تھا، جب ڈاکٹر نے یاسر کو بتایا کہ اب یہ چند گھنٹوں کی مہمان ہے تب

نور پاؤں نے کہا کہ اس کے گھر والوں اور دشمن واروں کو بتا دو۔

چونکہ اس ہاسپٹل میں یاسر کا دوست تھا اب وجہ سے پولیس اس نہیں بتا تھا، دوسرے یاسر نے کہا تھا کہ یہ خود ہی ملتی ہے۔

دو دن بعد سے دور جا رہی تھی مگر اسے ذہنی تلاش رہی تھی، فری پچاؤ سے فیصلہ نہیں لے سکی اور اب کوئی بخیر ہی اسے ذہنی دلا تھا، یاسر نے پہلے فری کے والدین کے گھر فون کیا مگر فری ہاسپٹل میں سے آپ لوگ آج نہیں آئیں گے یہ نہیں بتایا تھا کہ فری جلی جلی ہے، وہ اب ذہنی کی آخری خبریاں چل رہی ہے، یاسر نے اتفاق کہا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ آجائیں۔

انور گیلانی اتنی رات بچے فون آنے پر بہت سے تھے، انہیں صورت حال کی سنگینی کا احساس نہیں تھا، "ڈوڑا سی طبیعت خراب ہونے پر بچے فون کرنے کی کیا تکلیف ہے۔" آمنہ نے انہیں کتناں لگا ہوں سے دیکھا اور احد کو اٹھانے نہیں، وہ بیدار ہو گیا۔

"ابو آپ بھی چلیں یا سر بھائی نے ایسے ہی فون نہیں کیا ہو گا۔" وہ گڑنی اسٹارٹ کر چکا تھا انہیں بھی چلنے کا کہا۔

باول درخواست دہ بھی آمنہ سمیت اس کے ساتھ بیٹھ گئے، شیراز سوراہا تھا جب احد نے اسے اٹھا کر بتایا تو اس نے کہا۔

"میں سچ آ جاؤں گا تم لوگ چنے جاؤ۔" آمنہ نے منہ کو بھی نہیں جگایا، انور گیلانی کا موڈ دیسے ہی خراب تھا، ہاسپٹل پہنچے تک ان کے دل میں برے برے خیالات آتے رہے، جاسے فری کو کیا ہوا تھا اچانک ہی جو وہ ہاسپٹل ایڈمٹ تھی۔

بچی ماب جانی تو اس حال میں دیکھنے کا اس نے تصور تک نہیں کیا تھا، اس کا خوبصورت لکڑی سے بنایا چہرہ جل کر ناقابل شناخت ہو چکا تھا، وہ لڑی ہی تھی اگر اسے فری کہا جاسکا، شیشے کی گھڑی سے چہرہ نکالنے حریم بھی پہلی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی، ڈاکٹر نے کسی کو بھی اندر نہیں جانے دے رہے تھے، شیشے کی گھڑی کو دیوار بن گئی تھی اس کے در فری کے درمیان، صبح کے ساتھ جسے تین کا وقت ہو گا جب ڈاکٹر نے فری کا چہرہ سفید چادر سے ڈھک دیا، یہ اس امر کا اعلان تھا کہ فری ابھی سفر گودا نہ پہنچ گئی ہے۔

ابھی فری کی موت کا انہیں یقین بھی نہیں آیا تھا کہ شیراز نے انور گیلانی کو فون کر کے یہ روت روتا خبر سنائی کہ منہ آتی نے خود کشی کر لی ہے، آمنہ جب گھر پہنچی تو گھر والوں سے بھرا ہوا تھا۔

رحمت، قاروق، ان کی بیویاں، اولادیں، سیمان کے گھر والے سب بھی چلے گئے، شیراز نے انور گیلانی کو تفصیلات بتا دی تھیں۔

"مجھے تو برائی نے بتایا کہ بی بی جی دروازہ نہیں کھول رہی تب، میں خود گیا اور کافی دیر تک وہی گھر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا، تب ہم نے میز پر چڑھ کر دروازہ کھولا اور اندر چھاؤں کا تو منہ آتی چلنے سے خود کشی نظر آئی، مجھ میں تو ہمت ہی نہیں رہی اور دیکھنے لگی۔"

دو جوان بیٹیوں کی المناک موت نے آمنہ کو سب صدمہ قرار دیا، وہ صدمے سے ذہنی توازن ہی کو نہیں، فری کا جنازہ منہ سے پہلے نکلا، شہر کو منہ کو بھی سہرا دکھایا گیا، احد ضابطہ حریم کو گلے لگا کر کسی دھار پہ، گھر میں کسی کی کا احساس ہو رہا تھا اور یہ کی گھر میں چپ چپ رہنے والی منہ رہی تھی۔

حریم باپ کے گلے نہیں لگی اور نہ اسے کسی

کوئی خبر نہ تھی، آمنہ بھی پہلی باتیں کر رہی تھی، کبھی ہنس کر کبھی روئی، وہ بوٹ کی سرحدوں سے دور جا چکی تھی، ٹومیہ اور رختا ان سب گھر والوں کی تسلی اور دلا سے دے رہی تھی، سیمان، سعید اور شجاع مردوں کی طرف تھے، ٹومیہ اور رختا رات کو انور صاحب کے گھر ہی رہیں۔

سارا دن وہ بھاگ دوڑ میں تھی رختا، ہاتھ کسی اپنے کی طرح، خاص طور پر رختا اپنے چھوٹے سے بچے سمیت سب کاموں کو جی دیتی رہی، شجاع نے آمنہ کو بہنا پھنسا کر دوائی دینی، اس کی ذہنی حالت ابتر تھی اور دیکھا ہی نہیں جا رہا تھا، مسکن دوا کی وجہ سے آٹھ بولی، اس کے بعد ہی شجاع گھر واپس گیا، وہ سب کسی اپنے کی طرف ان کا خیال رکھتے تھے اور دیکھ چکی بناتے تھے، جہاں کھانا ہی نہیں کھا رہی تھی، سیمان نے تین گھر کے اسے چند ٹونے کھائے۔

"خود کو سنبھالو مجھے پتہ ہے آپ سب کا ٹم ٹم پڑا ہے، میرے الفاظ دادا انہیں گریں گے، مگر یہ آپ کی آزمائش ہے اور آزمائش ہمیشہ بھاری چیز کی ہی جانی ہے۔" سیمان کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا تھا، جہاں دوبارہ جی بھر کر روئی، سیمان نے رونے دیا تھا کہ اس کا دیکھا آنسوؤں کے ماتے بہہ جاتے، اسے شدت سے پتہ بدلتی ریاض کی غیر موجودگی کا احساس ہوا، جہاں اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا، منہ کی میت جب لے جانی تب بھی وہ نہیں دکھائی نہیں دیا۔

صبح سے سیمان اور اس کے گھر والے ابتر تھے، خود بدلتی ریاض کو تو جھٹک بھی نہیں دکھائی دی تھی۔

حریم منہ کے کمرے میں تھی، سیمان کسی کے کچھ چلے بیٹنا چاہتا تھا، وہ نازک سی لڑکی تڑپ کر رو رہی تھی اور فریادیں گویا آسمان کا سینہ شکن کر رہی تھی، اسے اس طرح یہ ٹوٹ کر رہے

دیکھنا اس کے لئے کوئی اچھا تجربہ نہیں تھا، دل پہ پوچھ لے رات گھر واپس آیا تھا، سما اور بھانجی ابھی ان کے ساتھ پایا بھی تھے، سلیمان سونے کے اردو سے تھکا تو غصہ ہی ہو گئی۔

دو غری اور جیا کی اچانک موت کے بارے میں سوچ رہا تھا، وہ ان دونوں بہنوں کے لئے دیکھ رہا تھا، سلیمان رشتہ کو کھٹے اور مایوس دینے والا تو جہاں تھا، یہی وجہ تھی وہ اس پر دے کھالے کا دھاپے دل میں محسوس کر رہا تھا۔

قل کے موبیل پر بھی ان کی ساری فیسلی پر کام میں پیش پیش تھی، چوہدری ریاض بھی آیا تھا، صبا کی اسے ملاقات، یاد بات جیت نہیں ہوئی وہ اس تھوڑی دیر کے لئے آیا اور چلا گیا، اس کے بعد ان میں واضح طور پر تھوڑی محسوس کی جا رہی تھی انور گیلانی پریشانی کے باوجود محسوس کیے بغیر رہ نہ سکے، پہلے وہ جہاں کو چند گھنٹوں کے علاوہ سکے چھوڑتا ہی نہیں تھا، اب قل کو بھی دس روز گزر چکے تھے، اس کے بعد اس نے شکل نہیں دکھائی صبا کھٹک سی گئی تھی۔

سلیمان روز ہی پھر رگڑتا تھا، حریم کی سامنے آتی، مخاطب کرنے یا ہونے کی بھی نوبت ہی نہیں آتی، حالانکہ وہ اس کا دکھ بنا مانا چاہتا تھا، نہ جانے کیسے دو اتنی اجنبی اور سرد مہر تھی، جب سے اس کی زندگی میں آئی تھی حیرتوں سے دوچار کر رہی تھی، مارل لڑکیوں سے بالکل الگ تھلگ رویہ اپناتے، اس کا یہ رویہ سلیمان کے بالی گھر والوں سے بھی نہیں تھا، اس میں یہ محسوس کرنے لگی تھی، سلیمان کی شادی کے فوراً بعد ہی غری اور منزہ والی ٹریڈنگ ہوئی تھی وہ تو جی بھر کر دل کے ارمان بھی پورے نہ کر پائی تھی۔

حریم منزہ کے کمرے کی حفاظت کر رہی تھی، پیار سے ایک ایک چیز کو جھار پوچھ کر رکھا، اسے

کمرے کے ایک ایک کونے میں منزہ آپنی فی خوشبودار چٹائی محسوس ہو رہی تھی، آخر میں وہ اس کے پیروں کی الماری کی طرف آئی، تھکی دیر ایک ایک سوٹ پہ ہاتھ پھیرتی رہی۔

جیسے منزہ کا کسی ناز ہو، اس نے غصہ سے سناٹے سے ہر چیز دھکی دھکی، چٹائی خا نے میں چھوڑ کر پین اور ایک ڈائری پڑی تھی، اس نے کچھ کاندھوں کے نیچے سے نکال، محسوس سے سب یاد بخلا دیا تھا، وہ کبھی پریشور کر پڑتے تھے، اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کب پرستے پڑتے اس کی آگاہیں نہ ہونا شروع ہوئی وہ بچ بچاں سے پڑھ رہی تھی، ایک عجیب کھول تو اس کے درمیان تھیں گاندھ تیار کیا رکھا تھا، اس نے کھول کر پڑھنا شروع کیا، وہ ایک خط تھا جو اس نے اپنی خود شادی رات تحریر کیا تھا، حریم کی آنکھوں کے آگے بھند کی چادر تھیں چٹکی منزہ نے لکھا تھا۔

پیارے تیار سے لکھا تھا، آپ نے مجھے جو رازیں سنائی ہیں، میں سچ سچ کہتی ہوں، میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں آپ کی تمام باتیں محسوس کرتے ہوں، میرے آئینہ میں میرے بچے سے بڑی سنجیدگی ہے میں ایک حسرت سے بار بار اٹھتا ہوں کہ آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ سے بچوں کی طرح لالہ اٹھواؤں، آپ سے بچوں کی بچوں کی باتیں کروں، اپنے سکول کی باتیں، بچوں کی باتیں، اپنی دوستیوں کی باتیں، آپ میرے رازوں سے انکسار نہیں کرتے، میں آپ سے دل کرتا ہوں آپ ایک بار مجھے بیٹھے سے لے کر میرے ماتھے پہ پیار کریں اور صاف ایک بار "میری جی" کہیں گے، میں نے انہیں سے لے کر ایک آپ کا ہر حکم مانا ہے، آپ بہت بار رہے کہ تم لوگ مر جاؤ میری جان چھوڑ دو، تو

آپ مجھے ختم بھی کر آگے نہیں پڑے، اب جی میں اللہ سے کہوں گی کہ اس زندگی میں نہ ہی لیکن اس زندگی میں آپ کو مجھ سے ملائے اور صبا میں بھاگ کر آپ سے بیٹھے سے ایک جڑوں میں ہو جی میں تو جتنا ہنگام ہوں بھلا کیسے ان پاؤں کی آپ سے، آپ میری مغفرت کی دعا کرنا، کمرے کے

آپ کی اپنی منزہ گیلانی! بیٹے تارن اور وقت لکھا تھا، جس منزہ کو سب یاد اور ذاتی طور پر کمرہ دیکھتے رہے وہ اتنی گہری لکھی، اتنی بزرگ خیال اور اتنی حساس اس نے تسو بھی نہیں کیا تھا۔

ہاروی کیا تھی اس کے دل کی داستان تھی، اس کے وجود اور دل پہ لگے سارے زخم اب اس کے جان ڈائری سے بھرا کتب رہے تھے، بہت دیر گزری اس عالم میں کہ سب اسے زحمتوں کی ادھر چلی آئی، شدت تو یہ ہے حریم کی کھینچ سوتی ہوئی تھی۔

یہ اب وہ دے زیادہ بھی پڑھ لیں۔ بہت زیادہ تنفر تھا اس کے لہجے میں۔

نہیں رہے دو وہ پریشان ہوئی تھے۔ صبا نے ہکا کر کیا۔

وہ پہلے صبا پریشان تھے جواب ہوں گے لیکن میں زندگی بھر آپ سے عاف نہیں کروں گی۔ ایک بار پھر وہ سسک اٹھی تو صبا نے اسے گلے سے لگا لیا۔

سرمجلا کر بیٹھ گئی۔

حریم نے خود اپنے کمرے میں منزہ کا کچھ ایسی جگہ رکھا کہ فوراً ہی نظر پڑ جائے اور ایسا ہی ہوا تھا، انور گیلانی نے وہ خط پڑھ لیا تھا۔

منزہ کو آخر دوبارہ زندگی میں پائی تو یہ منظر دیکھ کر مارے خوشی کے اس کا دل بند ہو جاتا، اس کے ہوتی اس کے ہاتھ کے ٹکڑے دیکھ کر آنکھوں کی طرح چوم رہے تھے اتنی رات انور گیلانی پہ کاش کا ایک ہوا، ساری عمر بیٹیوں کے ساتھ کی جانے والی یاد دہانیوں کو وہ سہا نہیں پائے تھے، منزہ نے ان کے سامنے آئینہ رکھا تھا، اس آئینے میں انہیں اپنا آپ بڑا کمرہ اور گھٹیا لگا، اپنے اس روپ نے سینے میں دل کو گویا مسل ڈالا۔

انور گیلانی کا بچپن دھڑلای کی وجہ سے بیکار ہو گیا تھا، اس دن سے زیادہ وہ پانچویں میں رہے تھے، اب وہ صرف بستر اور ڈنیل چیئر کے ہی زور پر رہ گئے تھے۔

بھارا سارا دن وہ کمرے میں پڑے رہتے، سیراز اور احمد گھڑی دو گھڑی کے لئے آتے اور رتی طور پہ ان کی غیریت دریافت کر کے اپنی اپنی دہ لیتے، اپنے میں ایک سبائی تھی جو اولاد ہونے کا حق ادا کر رہی تھی، چوہدری ریاض منزہ کی دیکھ کے بعد سے اسے اب تک لینے نہیں آیا تھا۔

احمد دوبارہ انور گیلانی کے کہنے پر چوہدری ریاض کا پتہ کرنے اس کے گھر گیا تھا، دونوں بار وہ نہیں ملا، البتہ اس کے ملازم نے کہا کہ صاحب باہر گئے ہیں جب چاہتے ہیں بیٹے عرصے کے لئے ہی جاتے ہیں پتہ نہیں کب آئیں گے، انور اس لئے بھی پریشان تھے کہ چوہدری ریاض صبا کو بھی چھوٹا بڑھنیں گیا تھا، صبا کے جسم پہ موچو دامن بڑھ چکے تھے، اور اب ان میں ہینپ پڑنا شروع ہوئی تھی، وہ تین چار بار ڈاکٹر کے پاس جا

پہنچ گئی، وقتی طور پر آرام آتا اور پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی، شاداب رنگت والی سب سے پہلی جان تھی۔

جب سے انور گیلانی ماہیوں سے گھر آئے تھے، حرم ایک بار بھی ان سے کمرے میں نہ گئی نہ حال پوچھا نہ کسی بھی وجہ سے وہ ہاسپٹل ایڈمٹ تھے تب بھی حرم انہیں دیکھتے نہیں تھی، اس کا زیادہ وقت آمد کے ساتھ نہ رہتا، ان کا علاج چل رہا تھا اور وہ بڑی باتا بندی کے ساتھ ان کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔

ثومیہ اور سعید دونوں متکبر بن گئے تھے، سلیمان کی شادی کو ڈھائی ماہ گزر گئے تھے اور حرم ان ڈھائی ماہ کے دوران صرف تین دن سسرال رہی تھی، جب سے منہ بول گیا وہ جھ ہوتی تھی وہ تب سے گھر واپس نہیں آئی تھی، پہلے منہ بول کی جواں موت پھر انور صاحب کے فانی کی وجہ سے وہ لوگ چپ رہے لیکن اب تو وہ بھی گھر واپس آ چکے تھے، زندگی کے بندھے معمول کے مطابق چلی رہی تھی، اب تو حرم کو واپس آنا چاہیے یہ ان دونوں میاں بیوی کا فیصلہ تھا۔

دوسرے روز وہ انور گیلانی کے ہاں پہنچ گئے، حرم پر غصہ نہیں تھی بلکہ تیار رحمت کی طرف گئی ہوئی تھی، وہ ساتھ آمد کو بھی لے گئی تھی تاکہ گھر سے نکل کر ان کی طبیعت فریض ہو جائے، صبا نے بہت اچھے طریقے سے خاطر مدارات کی۔

”ہم تو حرم کو لینے آئے تھے۔“ ثومیہ نے آنے کا مدعا بیان کر دیا۔

”آج تو وہ تیار کی طرف چلی ہوئی ہے، دو تین دن تک میں اور احمد بھائی خود اسے چھوڑ جائیں گے، یہ آپ کی اپنی تقری سے چواتے بن سے وہ یہاں ہے ورنہ آج کس کوئی کسی کا اس طرح خیال نہیں کرتا، حرم ہم سب میں سب سے

زیادہ حساس اور ہر بات دل پہ لینے والی ہے، پھر ابو کی طبیعت بھی شروع سے باقی چلی تیار سے مختلف رہی انہوں نے ہم پر زیادہ توجہ نہیں دی، حرم نے اس بات کو بہت زیادہ محسوس کیا اور دل یہ نیا اوپر سے فزق اور منہ آئی والی فریجڈی نے اسے شادی جیسے مضبوط بندھن سے لگی، کبیدہ کی فکر کر دیا، آئی اور انکل آپ نہات لے آئی ابو کی طرح ہیں اس وقت پہلے سے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔“

حرم بری خبر فزق فزق بکھری ہوئی سے وہ فزق اور منہ آئی کی موت کے ذمہ دار بھی ابو کو گھبرا رہی ہے، وہ انتہا پسندی کی انتہا پہنچی موت میں سوچ رہی ہے۔

”مجھے اسے ٹوٹے اور سمجھنے سے بچانا ہے اور یہ کام میں آپ اور سلیمان بھائی کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتی ورنہ اس کی سوچ کا ڈہر نہیں ایک دن جان ہی نہ لے لے اس کی۔“

”اللہ نہ کرے جو حرم کو کچھ ہو، ثومیہ نے دہل کر اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھا، کیونکہ حرم کی غیر موجودگی میں وہ سلیمان کی آنکھوں میں اس کی محبت کے جتنے دیئے دیکھ چکی تھی، ہم انہوں میں امیدوں کے چراغوں کو بجھتا دیکھنا ان کے بس میں نہیں تھا۔“

چوہدری ریاض کا فون آیا تھا، وہ وہی تھا، اس نے فزق سے معافی مانگی تھی اور کہا تھا کہ وہ اب اسے گھر واپس نہیں لاسکتا، یہ سنا کر حرم وہ سمجھ گئی، چوہدری ریاض نے انور گیلانی کو بھی یہ خبر سنا دی۔

چوہدری ریاض اپنے باپ دادا کی تمام پر اپنی کا واحد وارث تھا، اس کے بعد اس کا کوئی اور نہیں پیدا ہی نہیں ہوا۔

تعلیم سے اسے خاص لگاؤ تھا، نہیں چاہیے اس نے زمینداری سنبھال لی، کم عمری میں ہی

زندگی اپنانے سے وہ وقت سے پہلے ہی تجربہ کار نور چالاک ہو گیا، ساتھ ہی وہ سٹوڈنٹس عورت کی کھلت بھی لگا دی، چوہدری ریاض کو یہ دنیا بڑی انوکھی تھی۔

ہر روز ان کے ساتھ ٹی ٹی ہوئی، اس کی ماں اس کی شادی کی حسرت لے لے لے اس دنیا سے چلی گئی، چوہدری ریاض شادی کا سرے سے فائل ہی نہیں تھا، رنگ رنگ کی عورتوں کو برت چکا تھا، اس معاف نے میں وہ بہت بال اور چارنا جانا کا قائل نہیں تھا، اس انتہا پسندی نے ایک دن اسے پرانا لے لی۔

وہ ایک پوشیدہ بیماری کا شکار ہو گیا تھا، بہت جلد اس کے دوستوں کے ذریعے یہ بات اس کے باقی حلقوں تک پہنچ گئی، اب تو لڑکیاں اس کے قریب آتے ہوئے بھی ڈرنے لگیں، وہ چالیس سالے اور کا ہو رہا تھا مگر آتش فشان سرزد ہوئے میں نہیں آتی تھی، وہ لادین ہوئے کو بھلا کر جب اس نے ایک چھری دانست لے لے لے اور گیلانی سے ملوایا اور ساتھ ہی یاسینو دینا بھی بتایا۔

چوہدری ریاض اب شادی کرنا چاہتا تھا، بہت جلدی اسے اندازہ ہو گیا کہ انور گیلانی کے یہاں بات بن جائے گی، اس نے انور گیلانی کے برائیاں میں بھاری سرمایہ انویسٹ کر دیا، ساتھ ہی نواز شات کی ہارٹ کر دی، اس نے چند دن میں ہی تھنٹ ٹیک دیئے، صبا بیوی بن کر اس کے گھر آ گئی، پہلے ان ہی اسے پتہ چل گیا کہ یہ سودا بڑا نہیں ہے، حساب کم خرچہ ہونے کے ساتھ دنیا کے سرد فریب سے بھی نا آشنا تھی۔

چوہدری ریاض نے انویسٹ صبا سے وصول کی، کچھ ہی عرصے بعد صبا کے جسم پر وہی دانے آنے شروع ہو گئے جن سے وہ اپنی طرح واقف تھا، اس کی وہ پوشیدہ مہووی بیماری صبا میں بھی ٹرانسمیٹ ہو رہی تھی، چوہدری ریاض اپنا

علاج تو کروا رہا تھا مگر وقتی آرام کے سوا کوئی اثر دیکھنے میں نہیں آ رہا تھا، اسے کسی نے بتایا تھا کہ انگینڈ میں بہت اچھا ڈاکٹر ہے اسے علاج کرواؤ، اسی دوران صبا کی دونوں بہنوں کی ایک ساتھ وفات ہوئی تو اس نے موقع غنیمت جان کر صبا کے گھر گئی وہ انگینڈ چلا گیا، جانے سے پہلے اسے امید تھی کہ وہ اس بیماری سے چھٹکارا پائے گا مگر وہاں علاج کرواتے ہوئے وہ اس حقیقت کو جان گیا کہ کوئی ڈاکٹر نہیں ہے، چنانچہ اس نے صبا کو کھد دیا کہ وہ آزاد ہو سکتی ہے۔

اس نے تو اپنے باپ کی حکم عدولی کا سوا کچھ بھی نہ تھا، چوہدری ریاض سے شادی کی ٹروی گولی اس نے ابو کے لئے ہی لگی تھی، مگر اس کی قربانی رائیگاں ہی گئی چوہدری ریاض نے اسے طلاق کے کاغذات پیشوا دیئے، ساتھ گھر اس سے صبا کے نام کر دیا تھا، طلاق نامے کے ساتھ ملکیت کے کاغذات بھی تھے۔

انور گیلانی بستر پر لاچار پڑے، صبا کو رونا دیکھ کر کچھ نہ کر سکتے، وہ شکمل خٹس جاتے جاتے صبا کو اپنی بیماری بھی دے گیا۔

یہ سراسر ان کا ذاتی فیصلہ تھا، بھونڈے سے منادی خاطر انہوں نے اپنی معصوم بیوی کو چوہدری ریاض جیسے مٹلی اور بوس کے مارے ٹھکن کے سپرد کر ڈالا تھا، کیوں ان کی آنکھوں پہ پٹی بندھ گئی، ان کی وہ پھول سی بیٹیاں ان کی ذرا سی محبت و توجہ کو ترستے ترستے موت کی گود میں جا سونیا تھیں۔

وہ کیوں اتنے شکمل ہو گئے تھے، وہ اب چاہتے بھی تو کفارہ ادا نہیں کر سکتے تھے، منہ بھر فزق مٹیوں مٹی تلے کم ہو گئی تھی اور حرم بھی غرت کرتی ہے ان سے، وہ روز اس کا انتظار کرتے کہ وہ ان کے پاس آئے گی حال احوال پوچھنے گی، مگر وہ نہیں آئی۔

وہ اس قاطب چیں کہ ان سے نفرت کی تھانے۔ ساری زندگی اپنی بیٹیوں کو پیار کے دو بولوں کے قائل بھی نہ سمجھا، لڑکا اپنے روئے سے ڈرتے خوفزدہ کرتے رہے اتنا کہ ان کی شخصیت کو وہی اعتماد سے محروم کر دیا، فاروق کی زارا اور برکت کی سمن، ماں باپ کی محبت سے ماں دلی سے کھینچے چہرے سمیت دنیا سے قدم ہٹا کر چل رہی ہیں، اپنے کاہل پار کو پھیلا نے کی خاطر تین عیسوی بیٹیوں کی قربانی دی اور اس کے بعد بھی نہیں کسی قائل نہیں سمجھا۔

کاش وہ اپنی غالیوں کا کفارہ ادا کر سکتے، صبا بھی اجڑ گئی ہے کون جیتیں کرے گا اس کا کوئی قصور نہیں ہے، لیکن وہ اسے دوسری منزلہ نہیں بننے دیں گے، صبا کو پھر پڑ پیار اور اعتماد کے گراس کا دل جیتنے کی سعی کریں گے۔

”صبا بھی خدمت کرنی ہے میری، اس کے ساتھ جو بھی ہو اس پر میری غلطی ہے، لیکن اس نے ایک بار بھی مجھے نہیں جتایا نہ احساس دلیا، کاش حرم بھی مجھے معاف کر دے، کاش۔“ ان کے آنسو بہہ بہہ کر گئے تھے جب بھروسے تھے، یہاں تک کہ ان کی ٹانگوں کی مالش کرنے آگئی تھی، ڈاکٹر نے اپنے پیچھے اس پر ہاتھ اور مالش بتائی تھی، وہ روز ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرتی اور لیلیٰ کے دل سے اس کے لئے دعا بھی نکلتی، جیسا کہ خالق کے بعد حرم کی نفرت میں کچھ اور بھی تھا وہ رونا تھا، وہ بے بسی سے رونے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے، انہیں اب احساس ہوا کہ نفرت اور عدم توازن کی آگ میں جلنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، اسی آگ میں تو وہ بیوی اور بچوں کو ہلاتے آئے تھے۔

نور بانو گل کی طرف بھی ہوئی تھی اس کے ساتھ کئی میں دلالت ہونے لگی تھی، یا سرنے

کھانا کھا کر کمرے کا رخ کیا، اب بھی سو رہے تھے۔

یا سرنے کچھ تہہ میں کمرے کی لٹ تھی، اس لئے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی ہوگی کہ کمرے کی لامپ بج گئی۔

”شاید لامپ بج گئی ہو۔“ اس نے خود سے کہا اور دوبارہ آن کر کے نام نہ کیے گئے۔

اچانک اسے چونک جانا پڑا، یہی سائیڈ پر رکھی جیسر یہ فری بیٹی تھی اس نے آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا کہ شاید یہ اس کی نظر کا جھوکا ہے، کیونکہ اس کے دل کے بعد اور ڈاکٹر کی زبانی یہ جاننے کے بعد کہ فری اپنی موت کے وقت وہ ماد کے حمل سے تھی، وہ سکون کی خند نہیں سہا پاتا تھا۔

نور بانو نے اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے قرب کے ساتھ اس کی شادی کی تیاری شروع کر دی دن تو وہ آٹھن میں گزار لیتا تھا رات عذاب بن کر اترتی، جیسے اب وہ جیسر پر نہیں نظر آ رہی تھی۔

لیکن جیسر وہ سچی دہان لگی تھی اور اسے سر دنگ ہوں سے محروم رہی تھی، اس کے بعد وہ اندر کر اس کی طرف بڑھنے لگی، لامپ بج چکی تھی اور وہ اپنے اور آپ کے درمیان موجود فاصلہ کم کر رہی تھی، یا سرنے کے حلق سے نہ ختم ہونے والی چیخوں کا مسلسل سلسلہ شروع ہو گیا، وہ حلق کے بل چیں رہا تھا۔

اگلی صبح اس کے لئے قیامت لئے طلوع ہوئی، رات کے کئی پہر فرج سے خود کو آگ لگی تھی اور اب زندگی وحیات کی کشمکش میں باپنیل ایڈمٹ تھی، فری کی طرف وہ بھی بچاؤ فیصد چلی تھی اور چند گھنٹوں کی مہمان بھی۔

ہم نے سب لیا کافی اب تمہاری باری ہے موت بھی ضروری ہے زندگی بھی تو پیاری ہے

نور بانو اور یا سرنے خوش تھے کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلتا اور وہ سچی تھیں، مگر جو اوپر بیٹھا ہے وہ تو انہیں نہیں ہے، وہ اپنی جان چھوڑنے پہ تیار تھے کہ فری کے خرد والوں نے ذرا بھی پوچھ کچھ نہیں کی نہ ان یہ دستک کیا، مگر انصاف کرنے والے نے انصاف کر دیا تھا۔

”جیسا عزم ہے کہہ دو مجھے معاف کر دو، کسی طرح اسے میرے پاس لے آؤ، میں مرنے سے پہلے اسے ایک بار تو سینے سے لگا لوں۔“ وہ کتنے دنے چھوٹے اور کھنکھرتے ہوئے ٹپ رہے تھے، کئی کیسے زور آور تھے اور اب وقت نے کتنا جھکا دیا تھا۔

”صبا بیٹا میں تم سے بھی معافی مانگتا ہوں، بہت زیادتیوں کی میں نے تم لوگوں کے ساتھ کی ہیں میں تمہارے دشمنوں کا بدوا کر سکتا، لیکن تم نے نہ دیکھا ہے، میں نہیں سہرا رہا بھی مجھے معاف کر دے، میں نے تم کو میرے گھر چار بار بلایا تھا، شیری، شمش کا ذریعہ بنا کر لیکن ان کا نام ربا، کتنا بد قسمت ہوں میں اپنے آنکھیں میں کھٹکے والے معدوم نازک بچہلوں کی حفاظت کر رہا، میری بچیوں تم پھول ہو، تمہارے باپ کی عدم توجہ نے ان ترم و تازک بچہلوں کو وقت کی بے رحم دھوپ سے جھلسا دیا۔“

”میری بچی مجھے معاف کر دو، حرم سے بھی مجھے معاف کر دو۔“ وہ پری طرح رورہے تھے، حرم ادھر سے نڈر رہی تھی، چونکہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس لئے کچھ نسلے اس کے کان میں پڑ گئے، وہ تیر کی طرح اندر آئی، صبا درہا رہی تھی۔

یہ شرمندہ نام کمزور بیمار شخص اس کا باپ تھا، وہ کچھ بھی کر لیتی یہ محبت تو دل سے نکلتے والی تھی تھی، انہیں اپنی زیادتی کا احساس تھا، حرم

کے سارے شہوے ایک ایک کر کے دم توڑ گئے، وہ انور گیلانی کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی، کتنا تڑپا اور ترسی تھی وہ اس محبت کے لئے، اتنا کچھ کھونے کے بعد یہ محبت اسے ملی تھی، انور گیلانی کے ایک طرف صبا اور ایک طرف حرم تھی۔

”میری زندگی اب جو رہ گئی ہے میں اس میں ہر پل اپنی زیادتیوں کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کر دوں گا، میرے پاس اب دو بچہلو رہ گئے ہیں میں ان پہ خزاں نہیں دیکھ سکتا، میں آئندہ سے بھی شرمندہ ہوں ساری زندگی میں اپنی شریک حیات کو سکھ نہیں دے سکا، لیکن میں اب اس کا علاج شہر کے بہترین ڈاکٹر سے کرؤں گا اور صبا تم بھی تیار رہنا میں نے احدث کہہ دیا ہے تمہیں ڈاکٹر احمد کے پاس لے جاتے، شاید سب ٹھیک ہو جائے۔“

”ابو آپ پریشان نہ ہوں۔“ صبا نے تسلی

دی۔

”جس شخص کو اتنی محبت کرنے والی بیٹیاں ہوں وہ کیوں پریشان ہوگا۔“ انہوں نے باری باری دونوں کا ماتھا چوما تو ایک ننھنڈک سی روح تک میں اترتی، صبا نیت کے عجیب سے احساس سے وہ ابھی دوچار ہوئے تھے۔

”اے اللہ میرے گھر کی رختوں کو سنا مت رکھنا۔“ صبا اور حرم کے پرسکون چہرے دیکھ کر انہوں نے دل میں دعا کی۔

صبا، حرم کے کپڑے خود رکھ رہی تھی، تو یہ آہنی اور سعید انکل نے اسے لینے آنا تھا، صبا مہندی کی کون لے کر آگئی اسے مہندی لگانے لگی لیکن اس نے انکار کر دیا۔

”میں مانتی ہوں ہمارے خواب اجڑے ہیں لیکن جو باقی رہ گیا ہے ہم نے اس کی حفاظت کر لی ہے، ہم اسے عرصے بعد اپنے گھر واپس جا

رہی ہو، پتہ چننا چاہیے کہ نئی ٹولی دوہیں ہو،
 سلیمان سلیمان کی نیکی بہت اچھی ہے، ہزاری نیکی
 ہے جو کراہیں آئے ان عین انہوں نے ہزار
 بھر پور ساتھ دیا اپنے اچھے لہجوں کی قدر کرنی
 چاہیے۔" وہ اسے سمجھا بھی رہی تھی، حریم نے
 جب چاپ مہندی لگوائی، عبا مسلسل بولتی رہی،
 حریم کا سر جھکا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں عجیب
 معنی خیزی چمک بلکھڑے لے رہی تھی اور پھر
 کے تاثرات سخت تھے۔

سعید اور ثومیہ شام کے بعد آئے، وہ دونوں
 انور گیلانی کے پاس بیٹھ گئے، انہوں نے کہا کہ
 رات کا کھانا کھانے بغیر جانے نہیں دیں گے، ان
 کی پیار بھری ضد کے آگے ٹوہرے اور سعید کی ایک
 نہ چلی، عبا نے باور پتی کو ساتھ لگا کر کافی کچھ بنا
 ڈالا جب وہ لوگ کھانا کھا کر نکلے تو جن بج رہے
 تھے آج حریم خوب یوں رہی تھی، ثومیہ نے شکر بڑا
 کیا کہ اس کے خدشات سچ ثابت نہیں ہوئے۔

.....
 گھر میں حریم کا سب سے پہلے سامنا رعنا
 اور شجاع سے ہوا وہ گرجوش سے اسے لپٹ گئی۔
 "ویکم ویکم۔" شجاع بھی بہت خوش نظر آ
 رہا تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے اتنے دنوں کے بعد آنا،
 بہت عمارے رشتہ دار دوست تم دونوں کی دعوت
 کرنا چار سہ تین سب نہیں سب کو بتاؤں گی کہ تم
 آگئی ہو اور آپ لوگ بھی اپنے اپنے دعوت
 پاس لے کر آ جاؤ۔" رعنا ایک سالن میں بولتی
 تھی۔

وہ سب کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی
 جب سلیمان واپس آیا، ان کے بڑے سادہ انداز
 میں حریم سے سب کی خیریت معلوم کی، رعنا تو
 مسلسل شرارت سے اسے چھو رہی رہی۔
 سلیمان نے شادی کے دو تین دن حریم کی

اس حرمت کے بارے میں گھر میں کچھ نہیں بتایا
 تھا بلکہ رعنا اور شجاع سے پہلے کہہ دیا تھا پتہ نہیں وہ
 مطمئن ہوئے کہ نہیں مگر سلیمان مطمئن تھا کہ اس
 نے حریم کو بے وقوفی پر پروردہ ڈال دیا ہے۔

حریم کا بیڑا اور اکھڑا روہ عبا سے بھی
 پوشیدہ نہیں تھا، سلیمان اور اس کے گھر والوں کی
 آمد پر وہ دنیا جہان کا شہر اس کے چہرے پر سمٹ
 آتا۔

جب ایک دن عبا نے وہ لہجوں میں کہا
 کہ اب تمہیں گھر چاہا چاہیے تو جولاہا اس نے ہوا
 کہ میں نہیں جاؤں گی مجھے طلاق چاہیے، عبا نے
 حد پریشان ہوئی وہ ابھی طرح جانتی تھی کہ حریم
 کے اس مطالبے سے درپردہ ماضی کی پردہ بازی
 حقیقتیں ہیں، تینوں بہنوں کی ہا کام اور س زندگی
 ان کے شوہروں کے دہرے چہرے اس کی وجہ
 ہیں، عبا نے بہت سوچا اور پھر سلیمان کو سب بتا

ایسے کسی کسی پر اعتبار نہ کرنا تھا
 واسطے سب کچھ بتا دیا، پتہ نہیں اس کی اندرونی
 حالت کی تھی مگر اس نے عبا کو پورا یقین دلایا
 کہ وہ حریم کو ناراضی زندگی کی طرف لا کر اس کے
 ذہن میں موجود ماضی خیالات کا خاتمہ کر کے رہے
 گا۔

عبا کچھ نہ کچھ پریشان ہوئی، ابو نے بھی
 حریم سے گھر واپسی کا چہرہ سلیمان کے مہذب
 عادات و اطوار، جب سیت اور غائبانہ رویہ اتنے
 دنوں سے پوشیدہ تو نہیں تھا، انہوں نے خود
 سلیمان سے کہا کہ حریم سے اگر کوئی بے وقوفی ہو چکی
 جائے تو اس کی جذباتیت سمجھ کر نظر انداز کر دینا۔
 حریم کی طرف سے وہ مطمئن تھے کہ کم از کم
 اس کے لیے شریک سفر کا انتخاب کرنے میں ان
 سے اس باریکی نہیں ہوئی ہے، حریم گھر واپسی پر
 رضا مندی تھی، عبا اور انور گیلانی دونوں بہت

خوش تھے۔

دعنا کے نال نال گرنے کے باوجود حریم قہوے کے برتن اٹھا کر بچن میں لے گئی، تو میرے اس دوران اس کی حرکتوں کا بخور جائزہ لیتی رہی، شکر تھا کہ حریم نے اس گھر کو اپنا گھر سمجھنا شروع کیا، ان کا سکون دیدنی تھا۔

دعنا اپنے بیٹے کو سلائے لے گئی، حریم کب بچن سے لگی اسے نہیں پتہ تھا، اپنے کمرے میں جانے سے پہلے حریم سعید اور ٹومس کو گنڈ ٹائیٹ لپیٹے گی تو وہ بہت خوش ہوئے اس کی حد درجہ محبت سے، ٹومس نے مسکرا کر سعید کو دیکھا ان کی نگاہیں کہہ رہی تھیں، دیکھنا میں بندہ کی بھی حریم بہت فرما ہر دار اور بڑوں کا ادب کرنے والی ہے، سعید کی نگاہوں نے بھی اس کی تائید کی۔

سلیمان جب اس کے قریب بیٹھا تو اس کے تاثرات سے بھانپ گیا کہ حریم کچھ خوفزدہ ہو رہی ہے، ہر اسماں اور پوٹھانی ہوئی۔ میں نے رونمائی کا گھٹ بھی آپ کو نہیں دیا، نبوت ہی نہیں آنے دی آپ نے، میں اب میرا خیال ہے یہ کام چھوڑنا چاہیے۔ "سلیمان نے سائیڈ ٹیبل کی دروازے سے وہ نکلیں گیس لگاوا، اندر بہت خوبصورت کونڈر سلٹ تھا، حریم نے خود ہی لیکن لیا تو وہ اس کی چال کی یہ نہیں دیا۔

"اب آپ مہمان ہیں تو ہمارے ہاں مہمانوں کے نمبرے تو ہر داشت کرنے ہی پڑتے ہیں مگر یاد رکھیے گا صرف آج کے دن آپ مہمان ہیں۔" سلیمان کے لیے لہجے میں بڑی نرم و نازک حقیقت چھانک رہی تھی، حریم نروں سی ہو گئی۔

"آپ سو جائیے آرام سے، کل کوئی رعایت نہیں ہوگی۔" وہ شرابی جملہ اچھا لگتا کپڑے بدلے چلا گیا، پھر وہ دانتی بڑی شہادت

اس کی طرف سے کمرے بدل کر نیت لگوا

رات بڑی تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی، سلیمان گہری غیند سویا تھا، جبکہ حریم باہر رہی تھی، وہ کافی دیر سے سلیمان کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔

منزلہ، قری، اور جہا کے ساتھ ہونے والی پر زیداتی کا حساب اسے سلیمان سے ہی چکا ہوتا تھا، جب وہ یہاں آئے پکے لئے تیار ہوئی تھی تو اسے پہلے ہی سوچ چکی تھی کہ اسے سب زخموں کا حساب سلیمان سے ہی لینا ہے اس طرح ہی اس کے چلتے سکتے دن کو سکون ملتا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اور منزلہ اور قری اس فقرت کی بھینٹ چڑھیں۔

وہ اپنے جینی ایک اور حریم کو دیا میں نہیں لانا چاہتی تھی، بچن میں جب وہ قبوے کے برتن رکھے تھے تو گھشت کا لئے وہاں چھری لگا دی تھی اس کے دوپٹے کے نیچے بھی اس سے لپٹا کر گدے تلے رکھ دی۔

کچھ کیوں یہ پڑے پڑے بیٹے ہوئے تھے، چاند کی کریمیں اندر چھانک رہی تھی، حریم نے لیٹے لیٹے ہی منہ پر کریم کے گدے کے نیچے سے چھری نکال، آہستگی سے وہ بند سے اترتی اور گھوم کر سلیمان کی سائیڈ پر آئی۔ "خیر خیال ہو، برادر میں ملیں وہ جیسے پورے پیر پر پھر ادا تھا، اس نثر میں نیم جوان کو موت تک رہی تھی اور اسے خبر ہی نہیں تھی، حریم نے چھری پوری قوت سے دونوں ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھی، اس کا ہاتھ سر سے بلند ہوا چھری کا پھل چاندنی میں چمکا اور اس کا ہاتھ تیزی سے نیچے واپس آیا۔

بچن بہت اور تیزی میں شاید اس کا اندازہ غلط ثابت ہو، چھری سلیمان کے بچانے بیٹھ جاتا

تھی اور بچن کی زوردار آواز بھری، سلیمان کی غیند فوراً ٹوٹی اور اس نے اسی وقت بند لیمپ آن کر دیا تب حریم کا ہاتھ دوسری بار حرکت میں آیا اور سلیمان تیزی سے پیچھے ہوا، اس کی حاضر دماغی اور چھری بزدلت کا سہاگنی پورے یہ چھری اس کے سینے میں بھی پیوست ہو سکتی تھی۔

حریم پہلی چٹائی آنکھوں سے سلیمان کو اپنی بھرت بڑھتا دیکھ رہی تھی، اسے اپنی موت کا یقین ہو چلا جب سلیمان نے وہی چھری بند سے اٹھائی اور اس کی طرف پلٹا، سلیمان بھی تو صبا فری اور منزلہ کے شوہر کی طرح ایک عاصمہ مروہی تو تھا، وہ اپنی بزدلی و جو عورت کو روند کر اس کی روح زخمی کر کے خوش ہوتا ہے، اذیت کی شدت سے حریم نے آنکھیں بند کر لیں، سلیمان اس کے پاگل قریب آ گیا اسے قریب کہ وہ اس کی ہاتھوں میں آواز بھی سن سکتی تھی۔

وہ اپنی موت کی چھری لگا دی تھی، اس کا ہاتھ بھر حال نہیں تھی کہ اپنی موت کا منظر بھی آنکھوں سے دیکھ سکتی، اسے دانی اذیت اور کرب کو اس نے برداشت کرنا ہی تھا۔

سلیمان نے چھری اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"لو اب مارو، اندھیرے میں وار کرنے کی کیا ضرورت ہے میں مانتے ہوں، مجھے مار کر اگر تمہارے کرب اور اذیت کا خاتمہ ہو سکتا ہے تو مار دو، میں مردوں والے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا ہاتھ نہیں روکوں گا۔" سلیمان کے لہجے کی سچائی اس کی شناسا بے دریا آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ تن کرنا قابل شکست چٹان کی طرح سامنے کھڑا تھا، آہوں آپ چھری حریم کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی، اسے خبر نہیں ہوئی کہ کب وہ ٹوٹی شائع کی طرح سلیمان کے سینے سے جا گئی اور اس کے بازو اس کی مشروط ہو گئے۔

طرح حریم کے باوجود کے غرور مائل ہوئے۔ دلی کا دروازے آنکھوں سے بہہ رہا تھا، جس نے ہر پھری اذیت اپنے پرموں سے اسے بے سکون کر رکھا تھا آج شکر ہو گئی تھی، اب وہ زہر بھری حریم نہیں بلکہ ایک نیا بارون سی لڑکی کے روپ میں تھی۔

بادلوں کی نرگس بہت سے اس کی آنکھ تھلی تھی، نہ جانے بارش کس وقت شروع ہوئی، ٹیٹے کے پار باہر کا منظر واضح تھا، حریم نے پاس سونے سلیمان کو بڑی محبت سے دیکھا، وہ بے خبر سو رہا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سلیمان کے سر کی طرف بڑھایا پھر جبک سی گئی، رات کے سہرے واقعات یاد آئے، چاندنی اس کے چہرے پر چھری، شرمیلی سی مسکان نے پورے وجود کو گویا روشن کر دیا، لان کے تمام درخت اور پودے بارش سے گھر گھٹنے تھے، فضا کی گرد اور دھندلا پن بارش کے سنگ بہہ گیا تھا، وہ اٹھ کر کچری کے پاس آ گئی اور اسے ایک طرف کھینکا کر حویل دی، اس کی سوچوں پہ برسوں سے جی گرا بھی گویا آج بہہ گئی تھی، اپنا ہاتھ اس نے کچری سے باہر نکال دیا جو بارش کے قطرے سے بہت جلدی بھٹک گیا۔

کچری بند کر کے وہ دوبارہ سلیمان کی طرف آ گئی، اس کچر پڑنے سے وہ بھی جاگ گیا تھا۔ "ادھر تو آؤ۔" سلیمان نے اسے اپنی طرف گھمیت لیا، سلیمان کی گرفت میں نری تھی، رشتوں کا مان تھا اعتماد تھا، وہ اس دھار میں موسم کی طرح پھلتی چلی گئی، نازک سوخیوں والی ریزہ ریزہ حریم کو سلیمان نے جوڑ کر مکمل کر دیا تھا۔

جس کا